شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ
اپریل ۲۰۱۹ء

ماہنامہ میثاق لاہور

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی
بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

- دعوت الی سبیل الربّ
- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: خزینۂ علم و حکمت
- امریکہ افغان امن مذاکرات: ایک تجزیاتی مطالعہ

داعی رجوع الی القرآن بانی تنظیم اسلامی
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ
کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن
ترجمہ و مختصر تفسیر

خاص ایڈیشن
دیدہ زیب ٹائٹل · امپورٹڈ آفسٹ پیپر · بڑے سائز میں
عمدہ طباعت · مضبوط جلد
سات جلدوں پر مشتمل
مکمل سیٹ کی قیمت: 4200روپے

عوامی ایڈیشن
کتابی سائز · پیپر بیک بائنڈنگ · امپورٹڈ بک پیپر
عمدہ طباعت · دیدہ زیب ٹائٹل
چھ جلدوں پر مشتمل
مکمل سیٹ کی قیمت: 2200روپے

مکتبہ خُدام القرآن لاہور
36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَمِیۡثَاقَہُ الَّذِیۡ وَاثَقَکُمۡ بِہٖۤ ۙ اِذۡ قُلۡتُمۡ سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا ۫ (المائدۃ:۷)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل اور اس کے میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی!

ماہنامہ میثاق لاہور

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

جلد	:	68
شمارہ	:	4
شعبان المعظم		1440ھ
اپریل		2019ء
فی شمارہ		-/40

مُدیر
حافظ عاکف سعید

نائب مُدیر
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرِتعاون

اندرون ملک	400 روپے
بھارت و بنگلہ دیش	900 روپے
ایشیا' یورپ' افریقہ وغیرہ	1200 روپے
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ	1500 روپے

ترسیلِ زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ خدام القرآن لاہور

مقامِ اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن' لاہور 54700' فون: 3-35869501
فیکس: 35834000' ای میل: maktaba@tanzeem.org
ای میل برائے ادارتی امور: publications@tanzeem.org
ویب سائٹ ایڈریس: **www.tanzeem.org**

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: "دارُالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور
(پوسٹل کوڈ 53800) فون: 79-35473375 (042)

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
طابع: رشید احمد چوہدری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

عرضِ احوال — 5
اسلاموفوبیا — ایوب بیگ مرزا

بیانُ القُرآن — 9
سورۃ الزّمر (آیات ۲۱ تا ۵۲) — ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مطالعۂ قرآن حکیم — 26
وقوعِ قیامت — شجاع الدین شیخ

مُطالبات دین — 37
دعوت الیٰ سبیل الرب — انجینئر محمد رشید عمر

صِدّیقہ بنتِ صِدّیق — 49
حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا: خزینۂ علم و حکمت — اُمِّ محسن

فقہ و اصولِ فقہ — 59
اصلی اور فرعی مسائل میں
مخالفین کے ساتھ برتاؤ کے فقہی ضابطے (۷) — ڈاکٹر احمد بن سعد الغامدیؒ

ظروف و احوال — 73
امریکہ افغان امن مذاکرات:
ایک تجزیاتی مطالعہ — محمد عمران خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلاموفوبیا

نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں نمازِ جمعہ کے دوران فائرنگ‘ پچاس (۵۰) افراد کو شہید کر دینا اور بہت سے لوگوں کو زخمی کر دینا‘ اس کو کسی شخص یا گروہ کا مسلمانوں کے خلاف صرف ایک ظالمانہ فعل قرار دینا ایک غلطی ہوگی۔ یہ اصل صورتِ حال کو نہ سمجھنا ہے۔ یہ محض مسلمانوں پر حملہ نہیں تھا‘ درحقیقت یہ اسلام پر حملہ تھا۔ مغرب کا میڈیا‘ امریکہ اور یورپ کے دوسرے دانشور اپنے حکمرانوں کے زیر اثر کام کرتے ہیں‘ بلکہ صحیح تر الفاظ میں ان ہی کی دکھائی ہوئی راہ پر چلتے ہیں۔ یہ افراد اور ادارے جو ماحول اور فضا پیدا کر رہے تھے یہ سانحہ اُس کا لازمی اور منطقی نتیجہ تھا۔ جس شخص کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلائی گئی اُس کی بندوق پر لکھے ہوئے حروف ہمیں ایک واضح پیغام دیتے ہیں اور ہمارے موقف کی تائید کرتے ہیں۔ آسٹریلوی شہریت رکھنے والا اٹھائیس (۲۸) سالہ برنٹن ٹرنٹ فوجی یونیفارم پہن کر جب نمازِ جمعہ ادا کرنے والے مسلمانوں پر حملہ آور ہوتا ہے تو اس کی گن پر اُس کی پانچ آئیڈیل شخصیات کے نام درج ہوتے ہیں: (۱) وہ طالب علم جس نے دو مہاجر بچوں کو قتل کیا۔ (۲) الیگزینڈر نامی وہ شخص جس نے کینیڈا کی مسجد پر حملہ کر کے ۶ نمازیوں کو شہید کیا۔ (۳) البانیہ کا سکندر برگ جس نے خلافتِ عثمانیہ کے خلاف بغاوت کی تھی۔ (۴) ایک فوجی افسر جس نے ایک معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ترک مغویوں کو قتل کر دیا تھا۔ اور (۵) چارلیس مارٹل جس نے اسپین کی جنگ بلاط میں مسلمانوں کی فوج کو شکست دی تھی۔ اس دہشت گرد کی انتہائی پسندیدہ شخصیات میں ڈونلڈ ٹرمپ بھی شامل ہے۔

اس کے بے خوف اور نڈر ہونے کا اندازہ کریں کہ اُس نے اِس دہشت گردی کے ارتکاب سے چند دن پہلے فیس بک پر اپنا سارا پروگرام افشا کر دیا تھا۔ اُس نے ۷۴ صفحات پر مشتمل اپنا منشور بھی تحریر کیا ہوا تھا۔ قاتل ۱۷ منٹ تک اس خون ریزی کو فیس بک پر لائیو نشر کرتا رہا۔ سوشل میڈیا کمپنیوں نے اس وڈیو کو فوری طور پر نہیں ہٹایا بلکہ کچھ دیر بعد یہ کام کیا‘ لیکن

اس وڈیو کو دوبارہ اپ لوڈ کر کے اسی روز ٹویٹر اور یوٹیوب پر فراہم کر دیا گیا۔ گویا یہ عالمی سوشل میڈیا کمپنیاں اس دہشت گردی کو علی الاعلان سپورٹ کر رہی تھیں۔ اگر امریکہ اور یورپ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہوا ہے وہ ہمارے یعنی امریکی اور یورپی معاشرے کا عکاس نہیں ہے تو اس بات کو گزشتہ بلکہ دو تین عشروں میں ہونے والے واقعات سے غلط ثابت کیا جا سکتا ہے۔ وہاں کا یہودی کنٹرولڈ میڈیا جو چاہے دعویٰ کرے‘ حقیقت یہ ہے کہ صرف ماضی بعید کی تاریخ سے نہیں بلکہ ہم ماضی قریب کے واقعات سے بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ امریکہ اور یورپ کی ایلیٹ اور حکمران ہی نہیں عوام بھی بدترین نسلی اور مذہبی تعصب کا شکار ہیں۔ مسلمانوں پر انتہا پسندی کا الزام لگانے والے درحقیقت خود انتہا پسند ہیں۔

۲۰۰۰ء میں جونیئر بش کے صدر منتخب ہونے کا اعلان ہوتا ہے تو امریکہ میں ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے کہ بش دھاندلی کا مرتکب ہوا ہے۔ انتخابی نتائج روک لیے جاتے ہیں۔ کیس سپریم کورٹ میں چلا جاتا ہے۔ ایک ماہ تک یہ اعلان نہیں ہو سکتا کہ نیا صدر کون ہوگا۔ ایک ماہ بعد بش کا مخالف یہ کہہ کر کیس واپس لے لیتا ہے کہ اگرچہ دھاندلی ہوئی ہے لیکن مجھ سے امریکہ کی رسوائی اور جگ ہنسائی برداشت نہیں ہوتی۔ بش اپنے اقتدار کے پہلے چار سال میں افغانستان اور عراق میں قیامت برپا کر دیتا ہے۔ لاکھوں مسلمان شہید ہو جاتے ہیں۔ ۲۰۰۴ء کے انتخابات میں بش کو امریکی عوام نے زبردست مینڈیٹ سے نوازا اور اُس کا حریف آدھے نتائج سامنے آنے پر ہی ہار مان گیا۔ یہ وہی بش تھا جو چار سال پہلے دھاندلی کے باوجود معمولی مارجن سے جیتا تھا۔ اب امریکی عوام نے لاکھوں مسلمان مارنے کی خوشی میں بش کو ووٹوں سے لاد دیا۔ امریکی صدر ٹرمپ کو جو نیوزی لینڈ کے قاتل نے پسندیدہ شخصیت قرار دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہودیوں کا خفیہ نہیں اعلانیہ ایجنٹ ہے۔ فرانس جو ڈیگال کے دَور سے امریکہ سے دُور رہنے کی پالیسی اختیار کیا ہوا تھا‘ وہاں کے عوام بھی دائیں بازو کے میکرون کو اپنا صدر منتخب کرتے ہیں۔ وہ دائیں بازو سے منسلک ہے یعنی مذہبی رجحان رکھنے والا۔ جرمنی میں مرکل کے بعد جس جماعت کے برسرِاقتدار آنے کی توقع ہے وہ بھی دائیں بازو سے مطابقت رکھتی ہے۔ یورپ اور امریکہ ظاہری طور پر سیکولر جمہوریت کے دعوے دار ہیں۔ وہ مذہب اور ریاست کو الگ الگ رکھنے کے قائل ہیں‘ لیکن عملی طور مذہب کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ بھارت

دنیا کی سب سے بڑی جمہوری ریاست ہونے کا دعوے دار ہے اور سیکولرازم کا بہت بڑا علمبردار ہے' لیکن وہاں غیر ہندو سے جو سلوک ہو رہا ہے' وہ سب کے سامنے ہے۔ عجب تضاد ہے کہ ایک طرف کسی مسلمان کے پاس گائے کا گوشت برآمد ہو جائے تو نہ صرف اُس کا جینا دوبھر ہو جاتا ہے بلکہ بعض کو قتل بھی کر دیا جاتا ہے' لیکن دوسری طرف بھارت بیف برآمد کرنے والا دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔

ہم کہنا چاہتے ہیں کہ عالمِ کفر کے حکمران' دانشور اور میڈیا ہی نہیں' عوام بھی مسلمانوں کو اب برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ لہٰذا ووٹوں کے ذریعے ایسے حکمران برسرِ اقتدار لائے جا رہے ہیں جو مسلمانوں کو دنیا سے نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ یہودی جن کے پنجہ میں کبھی صرف فرنگ کی رگِ جان تھی آج عالمِ کفر نے ملت واحدہ کی صورت اختیار کر کے یہود کو اپنی رگِ جان ہی نہیں اپنا تن من دھن سب کچھ پلیٹ میں رکھ کر پیش کر دیا ہے۔ اور یہ بھی ایک ظالم اتفاق ہے کہ سیکولر اور مذہب سے لاتعلق ہونے کا اعلان کرنے والے عالم کفر نے اپنا مرشد' اپنا رہنما اُس ملک کو بنایا ہے جو ایک مذہبی ملک ہونے کا علی الاعلان دعوے دار ہے۔ جس کا اعلان ہے کہ غیر یہودی اسرائیل کا شہری نہیں ہوگا۔ وہ اسرائیل جو اپنی الہامی کتاب تورات کی وجہ سے آئین بنانے سے انکاری ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ یہی کتاب اس کا آئین ہے۔ وہ اسرائیل جو کھلے بندوں انسانی مساوات کا قائل نہیں۔ اپنے ملکی اور قومی مفاد کے خلاف کسی عالمی قانون کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں۔ جو سلامتی کونسل کی قراردادوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا چکا ہے۔ یہ باغی ملک اپنے ملک کے نقشے میں دوسری ریاستوں کے علاقوں کو شامل کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ وہ عالمی قوتوں خاص طور پر سپریم امریکہ اور یورپ کو تگنی کا ناچ نچا رہا ہے۔ وہ اس کے ہاتھوں بلیک میل ہوتے ہیں اور شرم محسوس نہیں کرتے۔

قرآن پاک یہود اور مشرکین کو مسلمانوں کے بدترین دشمن قرار دیتا ہے۔ علاوہ ازیں یہود و نصاریٰ کو بھی مسلمانوں کا دشمن اور ایک دوسرے کا دوست قرار دیتا ہے۔ عجب بات یہ ہے کہ جب قرآن پاک نازل ہوا اس وقت یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے بدترین دشمن تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت اپنی اس کتاب میں یہ پیش گوئی فرما رہے ہیں کہ بالآخر یہود و نصاریٰ دوست بن جائیں گے اور دونوں مسلمانوں کے دشمن ہوں گے۔ البتہ مشرکوں اور

یہودیوں کو نصاریٰ کی نسبت زیادہ بڑا دشمن قرار دیتا ہے۔ از روئے الفاظِ قرآنی:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾

(المائدۃ:۸۲)

''تم لازماً پاؤ گے اہلِ ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور اُن کو جو مشرک ہیں۔''

آج یہ پیشین گوئی صد فی صد درست ثابت ہو رہی ہے۔ اگرچہ آج ''اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ'' کی صورت میں یہ سب مسلمانوں کے خلاف محاذ کھولے ہوئے ہیں' لیکن ایک فرق ہے کہ امریکہ اور یورپ کے عیسائی مسلمانوں کو دنیا میں دبا کر رکھنا چاہتے ہیں' اُنھیں اپنا محتاج بنانا چاہتے ہیں۔ گویا ایک طرح کی غلامی کی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں' جبکہ مشرکینِ ہند اور اسرائیل کے یہودی مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینا چاہتے ہیں۔ پاکستان پر ان دونوں کی اِس دشمنی کا بدرجۂ اتم اطلاق ہو رہا ہے۔ ہندوستان کے مشرک کو پاکستان اِس لیے قابل قبول نہیں کیونکہ پاکستان کے وجود میں آنے سے اُن کی دھرتی ماتا کے حصے بخرے ہو گئے اور آج بھی عام ہندو سے لے کر حکمرانوں تک سب ''اکھنڈ بھارت'' کی بات کرتے ہیں۔ جب کہ یہودیوں کا ہدف ''گریٹر اسرائیل'' ہے اور وہ اِس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے سرزمینِ عرب سے تمام رکاوٹیں دور کر چکے ہیں۔ وہاں کے تمام مسلمان ممالک اسرائیل کے سامنے سجدۂ سہو کر چکے ہیں' جبکہ پاکستان جس کا اصل جرم یہ ہے کہ وہ اسلامی ملک ہوتے ہوئے ایٹمی قوت ہے' وہ گریٹر اسرائیل کے راستے میں ممکنہ رکاوٹ ہے۔ لہٰذا پاکستان کو بطور رکاوٹ دور کرنا اسرائیل کا اِس وقت کا اصل ٹارگٹ ہے۔ گویا مشرکینِ ہند اور یہودی اسلام کے نام پر بننے والی ریاست پاکستان کو دنیا کے نقشہ سے مٹا دینے پر تُلے ہوئے ہیں اور امریکہ و یورپ کے نصاریٰ اُن کے معاون و مددگار ہیں۔ لہٰذا خود فیصلہ کیجیے کہ اسلام کے نام پر بننے والی ریاست کے خاص و عام کے کرنے کا اصل کام کیا ہے؟ کیا پاکستان کو حقیقی اسلامی ریاست بنانے کے سوا کوئی آپشن ہے؟ ❁❁❁

میثاق، حکمتِ قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے

دورۂ ترجمۂ قرآن

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃُ الزُّمَر

آیات ۲۱ تا ۳۵

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَکَہٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ
یُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰىہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُہٗ حُطَامًا ؕ
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾ ع اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ
لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ؕ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ؕ
اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿٢٢﴾ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا
مَّثَانِیَ ۖ ق تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ
وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَنْ
یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ ﴿٢٣﴾ اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْھِہٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ
الْقِیٰمَۃِ ؕ وَقِیْلَ لِلظّٰلِمِیْنَ ذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْسِبُوْنَ ﴿٢٤﴾ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ
قَبْلِھِمْ فَاَتٰىھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَھُمُ اللّٰہُ الْخِزْیَ
فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ ۘ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ
ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ ج
قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْہِ
شُرَکَآءُ مُتَشٰکِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ ھَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ
لِلّٰہِ ۚ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾ ز ثُمَّ اِنَّکُمْ
یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾ ع فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ
وَکَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَہٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَھَنَّمَ مَثْوًی لِّلْکٰفِرِیْنَ ﴿٣٢﴾

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿٣٣﴾ لَھُمْ مَّا
یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ ؕ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ﴿٣٤﴾ ۚۖ لِیُکَفِّرَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَسْوَاَ
الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿٣٥﴾

آیت ۲۱ ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَکَہٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ﴾ ’’کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اُتارا آسمان سے پانی‘ پھر اس کو چلا دیا چشموں کی شکل میں زمین میں‘‘

﴿ثُمَّ یُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ﴾ ’’پھر اس کے ذریعے سے وہ نکالتا ہے کھیتی جس کے مختلف رنگ ہیں‘‘

﴿ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰىہُ مُصْفَرًّا﴾ ’’پھر وہ پک کر تیار ہو جاتی ہے‘ پھر تم اسے دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو گئی ہے‘‘

﴿ثُمَّ یَجْعَلُہٗ حُطَامًا ؕ﴾ ’’پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے۔‘‘

کچھ عرصہ پہلے جس کھیت میں فصل لہلہا رہی تھی اب وہاں خاک اُڑ رہی ہے اور خشک بھوسے کے کچھ تنکے ہیں جو اِدھر اُدھر بکھرے نظر آ رہے ہیں۔

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾﴾ ’’یقیناً اس میں یاد دہانی (اور سبق) ہے ہوشمند لوگوں کے لیے۔‘‘

یعنی اگر غور سے دیکھا جائے تو فصل کے اُگنے‘ نشوونما پا کر پوری طرح تیار ہونے‘ پک کر سوکھ جانے اور پھر کٹ کر چورا چورا ہو جانے میں انسانی زندگی ہی کے مختلف مراحل کا نقشہ نظر آتا ہے۔ جس طرح فصل کے اُپجنے پر کسان خوش ہوتا ہے اسی طرح ہمارے ہاں بچے کی پیدائش پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ پھر وہ بچہ پرورش پا کر جوان ہوتا ہے‘ اس کے بعد آہستہ آہستہ بالوں میں سفیدی آنے لگتی ہے۔ جوانی کی طاقت گھٹنا شروع ہو جاتی ہے‘ قویٰ کمزور پڑنے لگتے ہیں اور پھر ایک دن اسے قبر میں اتار دیا جاتا ہے‘ جہاں وہ مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ موسمی فصلوں اور انسانوں کا life cycle ایک سا ہے۔ دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ فصل کے اگنے سے لے کر کٹنے تک چند ماہ کا عرصہ درکار ہے جبکہ انسانی زندگی میں یہ دورانیہ پچاس ساٹھ سال کا ہے۔ بہر حال ’’زندگی‘‘ دونوں جگہ مشترک ہے۔ سائنسی نقطہ نظر

سے بھی دیکھیں تو نباتاتی زندگی (Botany) اور حیوانی زندگی (Zoology) دونوں حیاتیات (Biology) ہی کی شاخیں ہیں۔

آیت ۲۲ ﴿اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰہُ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَہُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ ؕ﴾ ’’بھلا وہ شخص کہ جس کے سینے کو اللہ نے کھول دیا ہے اسلام کے لیے اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے!‘‘

یہاں پھر وہی ’’حذف‘‘ کا اسلوب ہے۔ چنانچہ اس جملے کے بعد یہاں پر کَمَنۡ ہُوَ فِی الظُّلُمٰتِ کا جملہ محذوف مانا جائے گا۔ یعنی ایک وہ شخص ہے جسے اندرونی بصیرت حاصل ہے اور اس کا دل ایمان کے نور سے جگمگا رہا ہے‘ کیا وہ اس شخص کی طرح ہو جائے گا جو اندھیروں میں بھٹک رہا ہے؟

﴿فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ﴾ ’’تو ہلاکت اور بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہو گئے ہیں اللہ کے ذکر سے۔‘‘

ان کے دل نرمی اور گداز سے محروم ہو چکے ہیں‘ چنانچہ اب نہ تو ان کے دلوں میں اللہ کے ذکر کا ذوق ہے اور نہ ہی اس کی طرف رجوع کرنے کا شوق۔

﴿اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۲﴾﴾ ’’یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔‘‘

آیت ۲۳ ﴿اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ ٭ۖ﴾ ’’اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے کتاب کی صورت میں‘ جس کے مضامین باہم مشابہ ہیں اور بار بار دہرائے گئے ہیں‘‘

ہمارے ہاں لوگ عام طور پر لفظ ’’حدیث‘‘ کے صرف ایک ہی مفہوم سے آشنا ہیں جو کہ اس لفظ کا اصطلاحی مفہوم ہے‘ یعنی فرمانِ رسولؐ کو اصطلاحاً حدیث کہا جاتا ہے۔ جبکہ اس لفظ کے لغوی معنی بات یا کلام کے ہیں اور قرآن میں لفظ ’’حدیث‘‘ اسی مفہوم میں آیا ہے۔ جیسے سورۃ المرسلات میں فرمایا گیا: ﴿فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾﴾ کہ اس قرآن کے بعد یہ لوگ بھلا اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟ چنانچہ آیت زیر مطالعہ میں اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کا مطلب ہے: بہترین کلام۔

مُّتَشَابِہًا سے مراد قرآن کے الفاظ‘ اس کی آیات اور اس کے مضامین کا باہم مشابہ ہونا ہے۔ یہ مشابہت قرآن کے اہم مضامین کی تکرار کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں

کہ قصہ آدمؑ و ابلیس قرآن میں سات مقامات پر مذکور ہے۔ بظاہر سب مقامات پر یہ قصہ ایک سا معلوم ہوتا ہے مگر ہر جگہ سیاق و سباق کے حوالے سے اس میں کوئی نہ کوئی نئی بات ضرور سامنے آتی ہے۔ اگر ایک شخص اپنے معمول کے مطابق سات روز میں قرآن مجید ختم کرتا ہو تو وہ ہر روز کہیں نہ کہیں اس قصے کی تلاوت کرے گا۔ اس لحاظ سے اس قصے کی تفصیلات‘ متعلقہ آیات اور ان آیات کے الفاظ اسے باہم مشابہ محسوس ہوں گے۔ اسی طرح بعض سورتوں کی بھی آپس میں گہری مشابہت ہے اور اسی مشابہت کی بنا پر انہیں جوڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے ـــــ مَثَانِیَ کا معنی ہے دہرائی ہوئی یا جوڑوں کی صورت میں۔

﴿تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ ۚ﴾ ’’اس (کی تلاوت) سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔‘‘

متقی لوگ جب قرآن مجید کو پڑھتے ہیں تو ان پر اللہ کا خوف طاری ہو جاتا ہے اور اس خوف کی وجہ سے ان کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔

﴿ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُہُمۡ وَ قُلُوۡبُہُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ﴾ ’’پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے نرم پڑ جاتے ہیں۔‘‘

یعنی ان کے بدن اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف جھک پڑتے ہیں۔

﴿ذٰلِکَ ہُدَی اللّٰہِ یَہۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ﴾ ’’یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ ہدایت بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے۔‘‘

﴿وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ ہَادٍ ﴿۲۳﴾﴾ ’’اور جس کو اللہ گمراہ کر دے پھر اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔‘‘

جس کی گمراہی پر اللہ ہی کی طرف سے مہر ثبت ہو چکی ہو پھر اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟

آیت ۲۴ ﴿اَفَمَنۡ یَّتَّقِیۡ بِوَجۡہِہٖ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ﴾ ’’بھلا وہ شخص جو اپنے چہرے پر روکے گا بدترین عذاب قیامت کے دن!‘‘

یہ پھر وہی حذف کا اسلوب ہے کہ بھلا ایک شخص جس کا چہرہ قیامت کے دن بدترین عذاب کی زد میں ہو گا اور آگ کے تھپیڑوں کو اپنے چہرے پر روکنے کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہ ہو گا‘ کیا وہ اس شخص کے برابر ہو جائے گا جو ﴿فَرَوۡحٌ وَّ رَیۡحَانٌ ۬ۙ وَّ جَنَّتُ نَعِیۡمٍ ﴿۸۹﴾﴾

﴿وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝٢٤﴾ ''اور کہہ دیا جائے گا اُن ظالموں سے کہ اب چکھو مزہ اس کا جو کچھ کمائی تم کرتے رہے تھے۔''

انہیں جتلا دیا جائے گا کہ یہ تمہارے اپنے اعمال ہی ہیں جنہوں نے آج یہاں آگ کی شکل اختیار کر لی ہے۔

آیت ۲۵ ﴿كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٢٥﴾ ''(اے نبی ﷺ!) جھٹلایا تھا انہوں نے بھی جو ان سے پہلے تھے‘ تو اُن پر آن دھمکا عذاب وہاں سے جہاں سے انہیں گمان تک نہیں تھا۔''

آیت ۲۶ ﴿فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ﴾ ''تو اللہ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھا دیا۔''

﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝٢٦﴾ ''اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے۔ کاش کہ انہیں معلوم ہوتا!''

آیت ۲۷ ﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾ ''اور ہم نے انسانوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں‘‘

مختلف احکام و مسائل کو قرآن میں کھول کھول کر اور اسلوب بدل بدل کر بیان کر دیا گیا ہے۔

﴿لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝٢٧﴾ ''شاید کہ وہ سبق حاصل کریں۔''

آیت ۲۸ ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝٢٨﴾ ''(ہم نے اسے بنا دیا ہے) قرآنِ عربی‘ اس میں کوئی کجی نہیں ہے‘ شاید کہ وہ تقویٰ کی روش اختیار کریں۔''

ہم نے اس قرآن کو فصیح و بلیغ عربی میں اتارا ہے۔ اس کی زبان بہت سادہ اور سلیس ہے۔ اس حوالے سے سورۃ القمر میں یہ آیت چار مرتبہ دہرائی گئی ہے: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝﴾ ''اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان بنا دیا ہے‘ تو ہے کوئی اس سے نصیحت حاصل کرنے والا؟''

آیت ۲۹ ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ﴾ ''اللہ نے مثال بیان فرمائی ہے ایک شخص کی جس میں بہت سے آپس میں ضد

رکھنے والے آقا شریک ہیں اور ایک وہ شخص ہے جو پورے طور پر ایک ہی آقا کا غلام ہے۔''

یہ تمثیل ''توحید عملی'' کا مفہوم واضح کرنے کے لیے بیان فرمائی جا رہی ہے۔ یہ دو غلاموں کی حالت کا تقابل ہے۔ ایک غلام کے کئی آقا ہیں اور وہ بھی ضدی‘ مختلف الاغراض اور مختلف مزاج رکھنے والے۔ اور دوسرا غلام وہ ہے جس کا ایک ہی آقا ہے۔ مقامِ غور ہے کہ اگر چار آپس میں ضد رکھنے والے اور تند خو آدمیوں نے مل کر ایک غلام خرید رکھا ہے تو اس غلام کی جان تو ہر وقت مصیبت میں پھنسی رہے گی۔ ایک آقا اسے بیٹھنے کا کہے گا تو دوسرا اٹھنے کا حکم دے گا۔ تیسرا کوئی اور فرمائش کرے گا اور چوتھا کچھ اور کہے گا۔ وہ بے چارا ایک کو خوش کرنے کی کوشش کرے گا تو دوسرا ناراض ہو جائے گا۔ الغرض ایسے غلام کے لیے ایک وقت میں اپنے سب آقاؤں کو خوش رکھنا کسی طور بھی ممکن نہیں۔ اس کے برعکس اگر کسی غلام کا ایک ہی آقا ہو تو اس کے لیے اپنے اس آقا کو خوش کرنا اور مطمئن رکھنا بہت آسان ہوگا۔ اس مثال کی اہمیت انتظامی امور کے حوالے سے بھی سمجھی جا سکتی ہے۔ اگر کسی ملک یا ادارے کا ایک مقتدر سربراہ ہوگا تو اس کا نظام درست رہے گا‘ لیکن جہاں متوازی حکم چلانے والے کئی سربراہ ہوں گے تو وہاں لازمی طور پر فساد مچ جائے گا۔

اب اس مثال کی روشنی میں شرک اور توحید کے معاملے کو دیکھیں تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اگر تم ایک اللہ کے بندے بن کر رہو گے تو سکون اور چین سے رہو گے۔ اگر مختلف شخصیات اور دیوی دیوتاؤں کے پجاری بنو گے تو مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ ایک کو خوش کرو گے تو دوسرا ناراض ہو جائے گا۔ آخر کس کس معبود کی پوجا کرو گے؟ کتنے آقاؤں کے حضور نذرانے پیش کرو گے؟ اور کہاں کہاں جا کر پیشانی رگڑو گے؟ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

﴿هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ﴾ ''کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں مثال میں؟''

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٢٩﴾ ''کل تعریف اللہ کے لیے ہے‘ لیکن ان کی اکثریت علم نہیں رکھتی۔''

یعنی بات واضح ہو گئی کہ توحید ہی صحیح راستہ ہے‘ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں یا جانتے بوجھتے ناسمجھ بنے بیٹھے ہیں۔

آیت ۳۰ ﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾﴾ ''(اے نبی ﷺ!) یقیناً موت آپ پر بھی وارد ہوگی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔''

آیت ۳۱ ﴿ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾﴾ ''پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس آپس میں جھگڑو گے۔''

اس جھگڑے کی نوعیت کچھ یوں ہوگی کہ حضور ﷺ شہادت دیں گے کہ اے اللہ! میں نے تیرا پیغام کماحقہ ان تک پہنچا دیا تھا۔ ممکن ہے وہاں ان میں سے کچھ لوگ انکار کریں کہ نہیں نہیں یہ بات ان تک نہیں پہنچی تھی اور بحث و تکرار کی نوبت آجائے۔ ابلاغِ رسالت کے بارے میں پیغمبروں کی گواہی اور متعلقہ اُمتوں کے افراد سے جواب طلبی کے حوالے سے سورۃ الاعراف کی یہ آیت بہت اہم ہے: ﴿فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۶﴾﴾ ''ہم ان سے بھی پوچھیں گے جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا تھا اور ان سے بھی پوچھیں گے جنہیں رسول بنا کر بھیجا تھا''۔ چنانچہ وہاں سب پیغمبروں سے پوچھا جائے گا کہ کیا آپ لوگوں نے ہمارا پیغام اپنی اپنی قوموں تک پہنچا دیا تھا؟ جواب میں تمام پیغمبر گواہی دیں گے کہ اے اللہ ہم نے پہنچا دیا تھا۔ اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر موجود لوگوں سے استفسار فرمایا تھا: اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ کہ کیا میں نے اللہ کا پیغام تم لوگوں تک پہنچا دیا؟ جواب میں پورے مجمعے نے یک زبان ہو کر کہا تھا: نَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ!(۱) کہ حضورؐ ہم گواہ ہیں کہ آپؐ نے تبلیغ' امانت اور نصیحت کا حق ادا کر دیا! اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہا: اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ! اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ! اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ! کہ اے اللہ! تو بھی گواہ رہ' یہ لوگ تسلیم کر رہے ہیں کہ میں نے ان تک تیرا پیغام پہنچا دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ((اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ))(۲) کہ اب جو لوگ موجود ہیں ان کا فرض ہے کہ یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اس طرح آپؐ نے یہ فریضہ امت کی طرف منتقل فرما دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان کے بعد یوں سمجھیں کہ اب یہ پوری امت اللہ کے رسولؐ کی

(۱) صحیح مسلم' کتاب الحج' باب حجۃ النبی ﷺ۔

(۲) صحیح البخاری' کتاب الاضاحی' باب من قال الاضحی یوم النحر۔ وصحیح مسلم' کتاب القسامۃ والمحاربین والقصاص والدیات' باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض والاموال۔

رسول ہے (سورۂ یٰسٓ کی آیت ۱۴ کے تحت اس اصطلاح کی وضاحت کی جا چکی ہے)۔ یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے جو پیغام ان تک پہنچایا ہے اب انہوں نے اسے پوری نوعِ انسانی تک پہنچانا ہے۔

حضور ﷺ کی اُمت کے اس اعزاز اور فریضہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو مقامات پر فرمایا ہے' ہجرت سے متصلاً قبل سورۃ الحج میں اور ہجرت سے متصلاً بعد سورۃ البقرۃ میں۔ سورۃ الحج کی آخری آیت میں یوں فرمایا: ﴿هُوَ اجْتَبٰىکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰهِیْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ۚ﴾ ''اُس نے تمہیں چُن لیا ہے اور دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے جدِّ امجد ابراہیمؑ کی ملت پر۔ اسی نے تمہارا نام مسلم رکھا' اس سے پہلے بھی (تمہارا یہی نام تھا) اور اس (کتاب) میں بھی' تاکہ پیغمبر تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو''۔ سورۃ البقرۃ میں اسی مضمون کو ان الفاظ میں پھر سے دہرایا گیا: ﴿وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا ؕ﴾ (آیت ۱۴۳) ''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے' تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو''۔ دونوں مقامات پر الفاظ ایک سے آئے ہیں صرف الفاظ کی ترتیب تبدیل ہوئی ہے۔

آیت ۳۲ ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰهِ وَکَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ﴾ ''اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور جھٹلائے سچی بات کو جبکہ اس کے پاس آ گئی ہو!''

یہ دونوں خصوصیات ایک ہی شخص کے کردار میں بھی ہو سکتی ہیں کہ وہ اللہ پر جھوٹ بھی باندھ رہا ہو اور اللہ کی طرف سے جو حق اس کے پاس آیا ہے اس کی تکذیب یا نفی بھی کر رہا ہو۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دو الگ الگ کرداروں کا ذکر ہو۔ یعنی ایک وہ شخص جو اپنی کسی بات کو اللہ کی طرف منسوب کر کے دعویٰ کرے کہ مجھ پر وحی آئی ہے۔ ظاہر ہے ایسے شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اسی درجے کا ظالم وہ شخص بھی ہوگا جس کے پاس اللہ کا کلام پہنچ جائے جو کہ سراسر حق ہے اور وہ اس حق کو جھٹلا دے۔

﴿اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْکٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾﴾ ''تو کیا جہنم ہی میں ٹھکانہ نہیں ہے

ایسے کافروں کا!''

اب اگلی آیت میں اس کے برعکس کردار کا ذکر ہے:

آیت ۳۳ ﴿وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ﴾ ''اور وہ شخص جو سچائی لے کر آیا اور وہ جس نے اس کی تصدیق کی''

گزشتہ آیت کی طرح یہاں بھی دونوں احتمالات موجود ہیں۔ یعنی یہ الگ الگ دو کردار بھی ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں خوبیاں کسی ایک ہی شخص میں پائی جائیں کہ وہ راست باز بھی ہے اور حق کی تصدیق کرنے والا بھی۔ لیکن اس آیت کے بارے میں عام رائے یہ ہے کہ یہاں وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو اللہ کی طرف سے حق اور سچائی لے کر آئے ہیں اور وَصَدَّقَ بِہٖٓ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اس سچائی کی بلاحیل وحجت تصدیق کی۔

﴿اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾﴾ ''یہی لوگ ہیں کہ جو متقی ہیں۔''

آیت ۳۴ ﴿لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ ط ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۴﴾﴾ ''ان کے لیے اپنے رب کے پاس وہ سب کچھ ہے جو یہ چاہیں گے۔ یہی بدلہ ہے نیکوکاروں کا!''

آیت ۳۵ ﴿لِیُکَفِّرَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا﴾ ''تاکہ اللہ ان سے دور کر دے اُن کے بُرے اعمال کو''

ظاہر بات ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تو معصوم ہیں۔ ان سے اگر بربنائے طبع بشری کسی غلط بات کا امکان پیدا ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ انہیں اس کے صدور سے محفوظ رکھتا ہے۔ لیکن انبیاءؑ کے علاوہ تو ہر شخص سے غلطی اور خطا کا امکان ہے۔ چنانچہ اوپر کی آیات میں جن متقین اور محسنین کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرما کر ان کے نامہ ہائے اعمال کو برائیوں اور گناہوں سے بالکل پاک کر دے گا۔

﴿وَیَجْزِیَھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾﴾ ''اور ان کو اجر عطا فرمائے ان کے بہترین اعمال کے حساب سے۔''

ظاہر بات ہے کہ ہر نیک شخص کے تمام نیک اعمال ایک جیسے نہیں ہوتے' یعنی نیکیوں کی بھی درجہ بندی ہے۔ کوئی نیکی بہت اعلیٰ درجے کی ہے تو کوئی نسبتاً نچلے درجے کی۔ لہٰذا مذکورہ

لوگوں کے اعمال کی جزا دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان کے بلند ترین درجے کے اعمال کو مدنظر رکھے گا اور ان ہی اعمال کی مطابقت سے جنت میں انہیں مقام ومرتبہ عطا فرمائے گا' جبکہ ان کے برے اعمال کے منفی اثرات سے انہیں پاک کر دے گا۔

آیات ۳۶ تا ۴۱

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ط وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ط وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ ط اَلَیْسَ اللّٰہُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ ط قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ھَلْ ھُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖٓ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ھَلْ ھُنَّ مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ ط قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ ط عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ج فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ یَّاْتِیْہِ عَذَابٌ یُّخْزِیْہِ وَیَحِلُّ عَلَیْہِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ج فَمَنِ اھْتَدٰی فَلِنَفْسِہٖ ج وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا ج وَمَآ اَنْتَ عَلَیْھِمْ بِوَکِیْلٍ ﴿۴۱﴾

آیت ۳۶ ﴿اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ط﴾ ''کیا اللہ کافی نہیں ہے اپنے بندے کے لیے؟''

یہاں بالخصوص نبی اکرم ﷺ اور تبعاً اہل ایمان کی تسلی مقصود ہے کہ آپ لوگ مطمئن رہیں' اللہ آپ کی مدد اور حفاظت کے لیے کافی ہے۔ لیکن بات میں زور پیدا کرنے کے لیے سوالیہ انداز اختیار فرمایا گیا ہے۔

﴿وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ط﴾ ''اور (اے نبی ﷺ!) یہ لوگ آپ کو ڈراتے ہیں اُن سے جو اُس کے علاوہ (ان کے معبود) ہیں۔''

یہ لوگ اپنے جھوٹے معبودوں کی طرف سے آپؐ کو دھمکیاں دیتے ہیں کہ آپ پر ان کی کوئی پھٹکار پڑ جائے گی۔ اسی طرح سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی آپؑ کی قوم نے دھمکی دی تھی کہ آپ نے ہمارے سارے معبودوں کی نفی کر کے انہیں ناراض کر دیا ہے' اب آپ پر ان کی پھٹکار پڑے گی اور ان کی طرف سے آپ کی پکڑ ہو گی۔ ان کے جواب میں حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا (الانعام:۸۱) کہ ’’میں ان سے کیونکر ڈروں جن کو تم نے شریک ٹھہرایا ہے جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اُس نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی!‘‘ یعنی بدبختو! مجھے تم ان پتھر کے بُتوں سے کیا ڈراتے ہو‘ جب کہ ڈرنا تو تم لوگوں کو چاہیے کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہو!

﴿وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ ہَادٍ ﴿۳۶﴾﴾ ’’اور جس کو اللہ گمراہ کر دے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔‘‘

جس کی گمراہی پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دے اس کی راہنمائی کرنے والا کوئی نہیں۔

آیت ۳۷ ﴿وَمَنۡ یَّہۡدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ مُّضِلٍّ ؕ﴾ ’’اور جس کو اللہ ہدایت دے دے تو اُسے گمراہ کرنے والا کوئی نہیں۔‘‘

﴿اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِعَزِیۡزٍ ذِی انۡتِقَامٍ ﴿۳۷﴾﴾ ’’تو کیا اللہ زبردست‘ انتقام لینے والا نہیں ہے؟‘‘

آیت ۳۸ ﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰہُ ؕ﴾ ’’اور (اے نبی ﷺ!) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو وہ یقیناً یہی کہیں گے کہ اللہ نے!‘‘

﴿قُلۡ اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ہَلۡ ہُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖۤ﴾ ’’تو ان سے کہیے کہ ذرا غور کرو! جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا‘ اگر اللہ نے میرے لیے کسی تکلیف کا فیصلہ کر لیا ہے تو کیا وہ (تمہارے معبود) اُس تکلیف کو دور کر سکیں گے؟‘‘

دراصل مشرکینِ مکہ اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑے معبود کے طور پر تو مانتے تھے لیکن ساتھ ہی انہوں نے بہت سے چھوٹے معبود بھی بنا رکھے تھے۔ چنانچہ اس آیت میں ان کے اسی عقیدے کے مطابق ایک منطقی سوال کیا گیا ہے کہ اگر تمہارا بڑا معبود اللہ کسی معاملے میں کوئی فیصلہ کر لے تو اس کے بعد کیا اس بڑے کا حکم چلتا ہے یا اس کے مقابلے میں تمہارے یہ چھوٹے معبود بھی اپنی مَن مرضی کرتے ہیں؟ اور اگر بالفرض اللہ نے میرے لیے کسی ضرر کا فیصلہ کر لیا ہے تو کیا تمہارے یہ معبود اس کے اس فیصلے کے آڑے آ سکتے ہیں؟

﴿اَوۡ اَرَادَنِیۡ بِرَحۡمَۃٍ ہَلۡ ہُنَّ مُمۡسِکٰتُ رَحۡمَتِہٖ ؕ﴾ ’’یا اگر اُس نے میرے لیے رحمت کا کوئی فیصلہ کر لیا ہے تو کیا وہ اُس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟‘‘

﴿قُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ ؕ عَلَیۡہِ یَتَوَکَّلُ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ﴿۳۸﴾﴾ ’’آپ کہہ دیجیے کہ میرے لیے تو اللہ ہی کافی ہے! اور اُسی پر توکل کرتے ہیں توکل کرنے والے۔‘‘

آیت ۳۹ ﴿قُلۡ یٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰی مَکَانَتِکُمۡ﴾ ’’آپ کہیے کہ اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ پر جو کر سکتے ہو کر لو‘‘

تم لوگ اپنی پوری قوت مجتمع کر لو اور پھر میرے خلاف جو تدبیریں بروئے کار لا سکتے ہو‘ جو سازشیں کر سکتے ہو اور جو اقدام کر سکتے ہو کر گزرو!

﴿اِنِّیۡ عَامِلٌ ۚ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۹﴾﴾ ’’میں بھی اپنی سی محنت کر رہا ہوں‘ پس عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔‘‘

آیت ۴۰ ﴿مَنۡ یَّاۡتِیۡہِ عَذَابٌ یُّخۡزِیۡہِ وَیَحِلُّ عَلَیۡہِ عَذَابٌ مُّقِیۡمٌ ﴿۴۰﴾﴾ ’’کہ کس پر آتا ہے وہ عذاب جو اُسے رسوا کر دے اور اُس پر وہ عذاب نازل ہو جائے جو ہمیشہ رہنے والا ہو!‘‘

آیت ۴۱ ﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالۡحَقِّ ۚ﴾ ’’(اے نبی ﷺ!) ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کر دی ہے لوگوں کے لیے حق کے ساتھ۔‘‘

﴿فَمَنِ اہۡتَدٰی فَلِنَفۡسِہٖ ۚ﴾ ’’تو جو کوئی ہدایت کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی بھلے کے لیے کرتا ہے۔‘‘

﴿وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡہَا ۚ﴾ ’’اور جو کوئی گمراہی اختیار کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر آئے گا۔‘‘

﴿وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِوَکِیۡلٍ ﴿۴۱﴾﴾ ’’اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔‘‘

آپ ﷺ ان لوگوں کے انجام کے بارے میں جوابدہ نہیں ہیں۔ آپؐ کی ذمہ داری ان تک اللہ کا پیغام پہنچانے کی حد تک ہے اور قیامت کے دن اسی کے بارے میں آپؐ سے پوچھا جائے گا۔

آیات ۴۲ تا ۵۲

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ
الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝٤٢ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ
اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝٤٣ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝٤٤ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ
اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ
دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝٤٥ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝٤٦
وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ
مِنْ سُوْۗءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا
يَحْتَسِبُوْنَ ۝٤٧ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٤٨ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ
قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٤٩
قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝٥٠
فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ
سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝٥١ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝٥٢

آیت ۴۲ ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا﴾ ’’اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت‘‘

﴿وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ﴾ ’’اور جن کی موت نہیں آئی ہوتی ان کو بھی ان کی نیند کی حالت میں۔‘‘

یَتَوَفّٰی (فعل مضارع) وفی مادہ سے باب تفعّل ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا

پورا قبضے میں لے لینا۔ سورۂ آل عمران کی آیت ۵۵ میں یہ لفظ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حوالے سے آیا ہے اور وہاں لغوی اعتبار سے اس کی تشریح کی جا چکی ہے۔ اس کے بعد قرآن حکیم کے اس مطالعہ کے دوران جہاں بھی اس مادہ سے کوئی لفظ آیا میں نے خصوصی طور پر اس کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ اس لفظ کی بنیاد پر قادیانیوں نے لوگوں کے ذہنوں میں جو اشکالات پیدا کر رکھے ہیں ان کا منطقی جواب مل سکے۔ چنانچہ اس کا مفہوم یوں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی موت کے وقت ان کی جانوں اور ان کے شعور کو قبض کر لیتا ہے۔

نیند کی کیفیت میں انسان کا فہم و شعور اور اختیار و ارادہ سلب کر لیا جاتا ہے مگر روح موجود رہتی ہے۔ جبکہ موت کی حالت میں روح اور شعور دونوں چلے جاتے ہیں، صرف جسم پیچھے رہ جاتا ہے۔ چونکہ اس مادے میں کسی چیز کو مکمل اور پورے کا پورا لینے کا مفہوم پایا جاتا ہے اس لیے لفظ تَوَفِّی کا بتمام و کمال اطلاق تو حضرت مسیح علیہ السلام کے (روح، شعور اور جسم سمیت) رفع آسمانی کے حوالے سے ہوتا ہے۔ جبکہ نیند کے حوالے سے یہ لفظ استعارۃً بولا جاتا ہے۔

﴿فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ﴾

’’تو جس کی موت کا وہ فیصلہ کر چکا ہو اس کو اپنے پاس روکے رکھتا ہے اور دوسروں کو واپس بھیج دیتا ہے ایک وقتِ معیّن تک کے لیے۔‘‘

یعنی سونے والا جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اس کا فہم و شعور اور اختیار و ارادہ واپس آ جاتا ہے اور ایک وقتِ معیّن یعنی اس کی موت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو ہر روز موت اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا مشاہدہ کراتا رہتا ہے۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝٤٢﴾ ’’یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔‘‘

آیت ۴۳ ﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ﴾ ’’کیا انہوں نے اللہ کے سوا کوئی سفارشی بنا رکھے ہیں؟‘‘

﴿قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝٤٣﴾ ’’(اے نبی ﷺ!) آپ ان سے کہیے اگرچہ انہیں سرے سے کوئی اختیار ہی نہ ہو اور نہ ہی انہیں کچھ سمجھ ہو (پھر بھی وہ تمہاری شفاعت کریں گے)؟‘‘

آیت ۴۴ ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ﴾ ''آپؐ کہیے کہ شفاعت کُل کی کُل اللہ کے اختیار میں ہے۔''

قیامت کے دن جو کوئی بھی کسی کی شفاعت کرے گا تو وہ اللہ کی اجازت سے ہی کرے گا' اور پھر کسی شفاعت کا قبول کرنا یا نہ کرنا بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی بات اللہ سے منوالے۔

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾﴾ ''آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اُسی کے لیے ہے۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹا دیے جاؤ گے۔''

آیت ۴۵ ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ﴾ ''اور جب ذکر کیا جاتا ہے اکیلے اللہ کا تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل کُڑھنے لگتے ہیں۔''

یہ اصلاً تو کفار کا ذکر ہے' مگر مسلمانوں میں سے بھی جو مشرکانہ ذوق رکھتے ہیں ان کا یہی حال ہے کہ اگر کہیں صرف اللہ ہی کی بات ہو رہی ہو تو انہیں یہ اچھا نہیں لگتا۔ کسی تقریر یا وعظ میں اگر ساری گفتگو توحید پر ہی ہو تو عام طور پر لوگ گھبرا جاتے ہیں کہ یہ کیا بات ہوئی؟ یہ کیسی تقریر ہے جس میں نہ تو اولیاء اللہ کی کرامات کا ذکر کیا جا رہا ہے اور نہ ہی شانِ نبوت بیان ہو رہی ہے!

﴿وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾﴾ ''اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تب وہ خوش ہو جاتے ہیں۔''

آیت ۴۶ ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ''آپؐ کہیے: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! غائب اور حاضر کے جاننے والے!''

﴿اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾﴾ ''یقیناً تُو فیصلہ کرے گا اپنے بندوں کے مابین اُن تمام چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔''

آیت ۴۷ ﴿وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ﴾ ''اور اگر ان ظالموں کے پاس وہ سب کچھ ہوتا جو بھی زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہوتا تو وہ قیامت کے دن بُرے عذاب سے

بچنے کے لیے وہ سب فدیہ میں دے دیتے۔''

روزِ محشر اگر ان کے پاس تمام روئے زمین کی دولت ہو بلکہ اتنی اور بھی ہو تو وہ چاہیں گے کہ وہ سب کچھ دے دیں اور انہیں کسی طرح جہنم کے عذاب سے بچا لیا جائے۔ انسان کی اس کیفیت کا مشاہدہ تو یہاں دنیا میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ جب کبھی انسان کی جان پر بن جاتی ہے تو وہ ایک گھونٹ پانی کے لیے اپنا سب کچھ دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔ بہرحال یہاں یہ اسلوب صرف انسانوں کے سمجھانے کے لیے آیا ہے' ورنہ اُس دن نہ تو کسی کے پاس کچھ دینے کو ہوگا اور نہ ہی کوئی کسی کو کچھ دے سکے گا۔

﴿وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾﴾ ''اور (اُس روز) ان کے سامنے اللہ کی طرف سے وہ کچھ آ جائے گا جس کا انہیں گمان بھی نہیں تھا۔''

آج وہ سمجھتے ہیں کہ جہنم اور اس کے عذابوں کی حقیقت کچھ بھی نہیں' بلکہ ان کا خیال ہے کہ جس طرح بچوں کو کوئی بات منوانے کے لیے فرضی چیزوں سے ڈرایا جاتا ہے اسی طرح ہمیں بھی خالی ڈراوے دیے جا رہے ہیں اور جہنم کا 'ہوا' دکھایا جا رہا ہے۔ لیکن اس دن جہنم کو اس کے تمام تر عذابوں اور سختیوں کے ساتھ ان کے سامنے لایا جائے گا اور پھر ان سے پوچھا جائے گا: ﴿اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ﴾ (الانعام: ۳۰) کہ جو کچھ اب تم اپنے سامنے دیکھ رہے ہو کیا یہ حقیقت نہیں؟ تو اُس وقت وہ تسلیم کریں گے کہ ہاں کیوں نہیں' ہمارے پروردگار کی قسم! واقعی یہ تو ایک حقیقت ہے۔

آیت ۴۸ ﴿وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾﴾ ''اور ان کے سامنے آ جائیں گے اُن کی کمائی کے سارے بُرے نتائج اور ان کو گھیرے میں لے لے گی وہ چیز جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔''

آیت ۴۹ ﴿فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ؗ﴾ ''تو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے''

﴿ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ﴾ ''پھر جب ہم اسے لپیٹ دیتے ہیں اپنی نعمت میں''

﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ﴾ ''تو وہ کہتا ہے مجھے تو یہ ملا ہے اپنے علم کی بنیاد پر۔''

وہ کہتا ہے کہ یہ تو میری سمجھ' ذہانت و فطانت اور منصوبہ بندی کا کمال ہے۔ میں نے بہت

پہلے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ عنقریب اس چیز کی ڈیمانڈ آنے والی ہے‘ چنانچہ میں نے بروقت فیکٹری لگا لی اور یوں میرے وارے نیارے ہو گئے۔ یہ مضمون سورۃ القصص کے آٹھویں رکوع میں قارون کے حوالے سے بڑی وضاحت کے ساتھ آ چکا ہے۔ اس نے بھی اپنی دولت کے بارے میں کہا تھا: ﴿اِنَّمَاۤ اُوۡتِیۡتُہٗ عَلٰی عِلۡمٍ عِنۡدِیۡ ؕ﴾ (آیت ۷۸) کہ یہ سب کچھ تو مجھے میری ذہانت و فطانت کی وجہ سے ملا ہے۔

﴿بَلۡ ہِیَ فِتۡنَۃٌ وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۹﴾﴾ ’’بلکہ یہ تو ایک آزمائش ہے‘ لیکن ان کی اکثریت علم نہیں رکھتی۔‘‘

آیت ۵۰ ﴿قَدۡ قَالَہَا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ﴾ ’’ان سے پہلوں نے بھی یہی بات کہی تھی‘‘

مثلاً قارون بھی ایسے ہی دعوے کیا کرتا تھا۔

﴿فَمَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۵۰﴾﴾ ’’تو جو کچھ بھی انہوں نے کمائی کی تھی وہ ان کے کسی کام نہ آ سکی۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ نے قارون کو اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا تو اپنی اس دولت کے بل پر وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہ پایا۔

آیت ۵۱ ﴿فَاَصَابَہُمۡ سَیِّاٰتُ مَا کَسَبُوۡا ؕ﴾ ’’پس انہیں اس کے بدنتائج پہنچ گئے جو وہ کماتے تھے۔‘‘

﴿وَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡ ہٰۤؤُلَآءِ﴾ ’’اور اِن میں سے بھی جو لوگ ظلم (شرک) کی روش اختیار کریں گے‘‘

﴿سَیُصِیۡبُہُمۡ سَیِّاٰتُ مَا کَسَبُوۡا ۙ وَ مَا ہُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ ﴿۵۱﴾﴾ ’’ان کو پہنچ کر رہیں گے ان کے کرتوتوں کے بُرے نتائج‘ اور وہ (اللہ کو) عاجز کر دینے والے نہیں ہیں۔‘‘

آیت ۵۲ ﴿اَوَ لَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَقۡدِرُ ؕ﴾ ’’کیا یہ جانتے نہیں کہ اللہ ہی ہے جو کشادہ کر دیتا ہے رزق کو جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے (جس کے لیے چاہتا ہے)۔‘‘

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾﴾ ’’یقیناً اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ماننے والے ہیں۔‘‘ ❁❁❁

سلسلہ وار دروسِ قرآن (۱۲)

وقوعِ قیامت

شجاع الدین شیخ ☆

آج کے درسِ قرآن کا موضوع ''وقوعِ قیامت'' یعنی قیامت کا واقع ہونا ہے جس پر سورۃ القیامہ کی روشنی میں گفتگو ہوگی۔ سب سے پہلے تمہیدی نکات پر گفتگو کرتے ہیں۔ موضوع کی اہمیت یہ ہے کہ انسان کے اعمال پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والا احساس یہ ہے کہ اس کا ہر عمل محفوظ کیا جا رہا ہے اور اسی بنا پر اس کی باز پرس ہوگی۔

ہمارے بنیادی ایمانیات تین ہیں: توحید' رسالت اور آخرت۔ آخرت کا عقیدہ ہمارے اعمال پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے' اس لیے کہ جتنا یقین ہوگا کہ موت آنی ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے تو اتنا ہی بندے کا عمل درست ہوتا چلا جائے گا۔ وقوعِ قیامت کے لیے دلائل میں دلیل خطابی' دلیل اخلاقی اور اللہ کی صفت قدرت شامل ہے۔ خطاب کرنے والے کی ذات دلیل ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آغاز میں قسمیں کھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات ہے اور وہ جب کسی بات کے لیے قسمیں کھائے تو بات کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ قرآن مجید اللہ عزوجل کا کلام ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کے ذریعے ہم تک پہنچا' تو آپ ﷺ کی بات کا وزن بھی دلیل خطابی کے طور پر ہمارے سامنے آتا ہے۔ جس ذات کو مشرکین نے بھی صادق وامین تسلیم کیا' وہ اللہ کے بارے میں سچ ہی بول سکتی ہے اور جس نے بندوں کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں کہا وہ معاذ اللہ' اللہ کے بارے میں جھوٹ کیسے کہہ سکتے ہیں! رسول اللہ ﷺ کا خطاب فرمانا اور ان کی زبانِ مبارک سے حق کا جاری ہونا' جو بات کلام اللہ کی روشنی میں آتی ہے' دلیل خطابی ہے۔

☆ معاون برائے مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت' تنظیم اسلامی

مزید یہ کہ ہمارے اندر نیکی اور بدی کا شعور موجود ہے۔ جب انسان نیکی کرتا ہے تو اسے اطمینان محسوس ہوتا ہے اور جب بدی کا ارتکاب کرتا ہے تو دل میں کھٹک پیدا ہوتی ہے۔ اندر کا شعور تقاضا کرتا ہے کہ ایک عالم ایسا ہو جہاں نیکی کا بھرپور بدلہ ملے اور بدی کی سزا بھی بھرپور ملے۔ اسے دلیل اخلاقی کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کیا مشکل ہے! چنانچہ زیر مطالعہ سورت میں اللہ کی صفتِ قدرت کا ذکر فرما کر قیامت کے برپا ہونے کا ذکر ہوا ہے۔

انکارِ قیامت کی صورتیں

پہلی آیت میں فرمایا گیا: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ①﴾ ''نہیں! میں قسم کھاتا ہوں روزِ قیامت کی''۔ یہ 'نہیں' کا لفظ عجیب لگ رہا ہے' لہٰذا پہلے اس کو سمجھتے ہیں۔ جس ماحول میں قرآن نازل ہو رہا تھا وہاں آخرت کے انکاری لوگ بھی تھے اور ایسے لوگ بھی تھے جن کے تصورات آخرت کے بارے میں بگڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ لوگوں کی جو غلط سوچ وفکر تھی اس کی یہاں نفی کی جا رہی ہے کہ تمہارا آخرت کا یقین نہ کرنا غلط ہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے قیامت کی قسم کھائی ہے۔

انکارِ آخرت کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت آخرت کا صاف انکار' اور دوسری اقرار کے پردے میں انکار۔ آخرت کے صاف انکار سے مراد مشرکین کا یہ اعتراض ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جانے والی ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کیا جا سکے؟ انہیں وقوعِ قیامت کے بارے میں شکوک وشبہات تھے' مثلاً یہ کیسے ممکن ہے کہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی مل جائے؟ انسان کو جلا دیا گیا ہو یا وہ ڈوب کر مرا ہو اور مچھلیاں اس کو کھا چکی ہوں' یا قبر میں لاش کو کیڑے مکوڑے کھا چکے ہوں تو کیسے ممکن ہے کہ اسے دوبارہ زندہ کر دیا جائے؟ آخرت کے صاف انکار کا رویہ رکھنے والا تو مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اقرار کے پردے میں انکارِ آخرت کیا ہے —— یہ نکتہ ہم سب مسلمانوں کے لیے قابلِ توجہ ہے' اس لیے کہ اس میں یہود ونصاریٰ بھی مبتلا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے —— مان کر نہ ماننے کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں' جن میں پہلی شکل شفاعت باطلہ کا عقیدہ ہے۔ یہ مشرکینِ مکہ میں بھی تھا۔ وہ کہتے تھے کہ مرنے کے بعد دوبارہ

زندگی بھی ہے‘ مگر وہاں بت ہمیں چھڑا لیں گے۔ اگر ایسی صورت آج بھی برقرار ہے تو ماننا اور نہ ماننا برابر ہے‘ بایں طور کہ ساری دنیا کے غلط کام کیے جائیں اور یہ سمجھا جائے کہ فلاں ہمیں چھڑا لے گا۔

مان کر نہ ماننے کی دوسری صورت اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کو پیش نظر رکھنا ہے۔ شیطان کے حربوں سے اللہ کریم ہماری حفاظت فرمائے۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ بڑا کریم ہے‘ وہ تو نکتہ نواز ہے۔ اللہ کی رحمت تو معاف کرنے کے لیے بہانے تلاش کرتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن‘ رحیم‘ کریم‘ غفور اور غفار ہے‘ مگر قرآن یہ بھی تو بتاتا ہے کہ اللہ جلد حساب لینے والا‘ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ قرآن میں بار بار جہنم کا ذکر آیا اور جنت کا بھی۔ اللہ تعالیٰ کی دونوں شانوں کو بیک وقت پیش نظر رکھنا چاہیے۔ شیطان انسانوں کو گمراہ کرنے کے لیے ایک ہی پہلو کو سامنے رکھتا ہے‘ اور انسان اس کی باتوں میں آ کر گناہوں میں لگ جاتا ہے۔ یہ بھی گویا آخرت کو مان کر نہ ماننے والی بات ہے۔

تیسری صورت نسلی تفاخر یا انبیاء کرام ﷺ کے ساتھ نسبت ہے۔ تفاخر یعنی فخر کرنا کہ میں تو فلاں نسل سے ہوں‘ ہم تو بخشے بخشائے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ ہم تو نبیوں کی اولادوں میں سے ہیں‘ لہٰذا ہمیں کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ سورۃ المائدہ میں اس کا ذکر آیا ہے: ﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ ؕ﴾ (آیت ۱۸) ”ہم تو (گویا) اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے چہیتے ہیں“۔ لہٰذا جہنم کی آگ ہمیں چھوئے گی نہیں اور اگر چھوئے گی بھی تو صرف چند دنوں کے لیے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی تو نبی کی اولاد تھا‘ لیکن وہ اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوا۔ یہ بھی بگاڑ کی صورت ہے‘ جس کے نتیجے میں ماننا نہ ماننا برابر ہو جاتا ہے۔

چوتھی صورت دنیا کی آسائش کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی علامت سمجھنا ہے۔ سورۃ الکہف کے پانچویں رکوع میں ایک باغ والے کا واقعہ آتا ہے۔ اس نے بھی یہ کہا تھا کہ جس اللہ نے مجھے دنیا میں نوازا ہے‘ اگر کوئی آخرت ہوئی تو وہاں بھی نوازے گا۔ گویا تصور یہ ہو جاتا ہے کہ اگر ہم برے ہوتے تو اللہ ہمیں دنیا میں دولت کیوں دیتا؟ حالانکہ دولت تو قارون کو بھی ملی تھی۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ دنیا میں دولت آزمائش کے لیے دیتا ہے‘ لیکن بندے کے دل میں خناس پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بے عملی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

پانچویں اور آخری صورت عمل میں تاخیر ہے۔ شیطان انسان کو سمجھاتا ہے کہ ذرا اپنی جوانی کا خیال کرو۔ اگر ابھی سے تم نے دین کے تقاضوں پر عمل شروع کر دیا تو دنیا میں تمہارا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ ابھی بچوں کے ہاتھ تو پیلے ہو جائیں پھر دین کی طرف آ جانا‘ ریٹائرمنٹ کے بعد نیکی کی طرف آ جانا۔ یہ سب شیطان کے حربے ہیں کہ عمل میں تاخیر کر کے گناہوں میں لگائے رکھتا ہے۔ اسی حالت میں اگر بندے کی موت واقع ہو جائے تو وہ اللہ کے سامنے کیا منہ لے کر جائے گا۔

چنانچہ زیر مطالعہ سورت کی پہلی آیت میں ”لَا“ کا کلمہ مذکورہ تمام تصورات کی نفی کرتا ہے۔

نفس کی کیفیات اور اثباتِ قیامت پر دلیل اخلاقی

آیت ۲ میں ارشاد ہوا: ﴿وَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ ؕ﴾ ”اور نہیں! میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے ضمیر کی“۔ جسم اور روح کے حوالے سے نفس انسانی کی تین کیفیات ہیں۔ ایک ہے نفس امارہ جو برائی کی طرف مائل رہتا ہے‘ جس کے نتیجے میں روح پر جسم غالب رہتا ہے۔ جب بدی والا پہلو غالب ہو اور نیکی والا پہلو دب جائے تو یہ نفس امارہ کی کیفیت ہے اور اللہ کو یقیناً یہ پسند نہیں‘ اس لیے کہ نفس برائی کی شدید دعوت دیتا ہے۔ یہ بات سورۂ یوسف میں آئی ہے: ﴿وَمَاۤ اُبَرِّیٴُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ﴾ (آیت ۵۳) ”اور میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتی‘ یقیناً (انسان کا) نفس تو برائی ہی کا حکم دیتا ہے“۔ دوسری کیفیت ہے: نفسِ لوامہ جو ملامت کرنے والا نفس ہے اور زیر مطالعہ آیت میں نفسِ لوامہ ہی کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ نیکی اور بدی کی کشمکش میں جب بدی غالب ہو جائے تو خلش تو ہوتی ہے۔ تیسری کیفیت کا نام نفسِ مطمئنہ ہے۔ نفسِ لوامہ اگر زندہ ہے تو انسان نیکی کی طرف پیش قدمی کرتا رہتا ہے تاآنکہ وہ نفسِ مطمئنہ پر پہنچ جاتا ہے۔ نفسِ مطمئنہ نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور روح جسم پر غالب ہوتی ہے۔ سورۃ الفجر کے آخر میں نفسِ مطمئنہ کو مخاطب کیا گیا ہے: ﴿یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ﴿٭ۖ۲۷﴾ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً ﴿ۚ۲۸﴾﴾ ”اے نفس مطمئنہ! اب لوٹ جاؤ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تم اس سے راضی‘ وہ تم سے راضی۔“

انسان ہر عمل کے بعد ضمیر کی عدالت میں پیش ہوتا ہے۔ نیکی پر اطمینان اور برائی پر خلش

محسوس کرتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایک روز حساب کتاب ہوگا۔ نیکی پر خوشی تو ہوتی ہے‘ لیکن بسا اوقات نیکی کے نتائج سامنے نہیں آتے۔ بدی بری لگتی ہے‘ مگر بدکار لوگ دندناتے پھرتے ہیں اور ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ انسان میں موجود نیکی اور بدی کا شعور یہ تقاضا کرتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے جب نیکی کا بھرپور بدلہ ملے اور بدی کی بھرپور سزا دی جائے۔ یہی ہے جسے ہم روزِ قیامت کہتے ہیں۔ یہ دلیل اخلاقی ہے جس کا بیان بھی اس آیت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔

اللہ کی صفتِ قدرت اور انسان کا فجور

آیات ۳‘۴ میں فرمایا گیا: ﴿اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ ﴿۳﴾ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ﴿۴﴾﴾ ”کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں جمع نہیں کریں گے؟ کیوں نہیں! ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں“۔ قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کا بیان ان دو آیتوں میں موجود ہے اور قدرتِ خداوندی کے بارے میں انسان کی غلط فہمی کی نفی کی گئی ہے۔ انسان کے اس اعتراض پر اللہ کا فرمان ہے کہ انسان کا مکمل وجود تو بڑی بات ہے ہم تو اس کے پور پور کو درست کرنے پر بھی قادر ہیں۔ یہ کتنی بڑی سائنسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ دنیا میں اربوں انسان ہیں‘ لیکن ان میں سے کسی دو میں بھی finger prints ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ہم ترقی یافتہ دور میں ہونے کے باوجود آج بھی انگوٹھا چھاپ ہیں۔ اب تو پانچوں انگلیوں کے نشان چھاپ لیے جاتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت فرما رہے ہیں کہ ہم انسان کو دوبارہ پیدا کرنے اور اس جیسی حالت میں کھڑا کر دینے پر قادر ہیں۔ ہر انسان کی انگلیوں کے پور مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ کی صفت قدرت کا کمال ہے کہ ہر انسان کی انگلیوں کے پور تک درست کر دیے جائیں گے۔ قرآن مجید سائنس کی کتاب نہیں‘ بلکہ کتابِ ہدایت ہے‘ مگر اس میں سائنسی حقائق کی طرف اشارات موجود ہیں۔ انسان پر کچھ عرصے قبل جو حقائق منکشف ہوئے‘ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف چودہ صدیوں قبل اشارے کر دیے ہیں۔

آیت ۵ میں ارشاد ہوا: ﴿بَلۡ یُرِیۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِیَفۡجُرَ اَمَامَہٗ ﴿۵﴾﴾ ”بلکہ انسان چاہتا ہے کہ آئندہ بھی نافرمانی کرتا رہے“۔ اردو میں بھی ہم لفظ ’فاجر‘ استعمال کرتے ہیں۔ ’فجر‘ عربی زبان میں پھٹ پڑنے اور بے قابو ہو جانے کو کہتے ہیں۔ فجر کی نماز کے وقت رات کی تاریکی کا پردہ پھٹتا ہے اور دن کی روشنی نمودار ہوتی ہے‘ اسی لیے اس کو نمازِ فجر کہتے ہیں۔ فاجر اللہ تعالیٰ کے حدود کے دائرے سے نکل جانے والے کو کہتے ہیں۔ انکارِ آخرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان اللہ ربّ العزت کی نافرمانی سے حاصل ہونے والے نقد فوائد‘ لذتوں اور عیاشیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔

آیات ۶ تا ۱۲ میں ارشاد ہوا: ﴿یَسۡـَٔلُ اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیٰمَۃِ ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ ﴿۷﴾ وَ خَسَفَ الۡقَمَرُ ﴿۸﴾ وَ جُمِعَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ﴿۹﴾ یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍ اَیۡنَ الۡمَفَرُّ ﴿۱۰﴾ کَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾ اِلٰی رَبِّکَ یَوۡمَئِذِۣ الۡمُسۡتَقَرُّ ﴿۱۲﴾﴾ ”(انسان طنزاً) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا؟ جب آنکھیں چندھیا جائیں گی‘ اور چاند گہنا جائے گا‘ اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں گے۔ انسان اس دن کہے گا کہ کہیں ہے بھاگنے کی جگہ؟ ہرگز نہیں! کہیں پناہ نہیں۔ اُس روز تیرے پروردگار کے پاس ہی ٹھکانہ ہوگا“۔ منکرینِ آخرت کے طنزیہ سوال کا اسی لہجے میں سخت جواب دیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد روزِ قیامت برپا ہونے کی تباہی کی نقشہ کشی کی گئی ہے اور پھر روزِ قیامت ایک غافل انسان کی بے بسی کا بیان ہے۔ الحمدللہ‘ ہم مسلمان ہیں‘ مگر واقعتاً کیا ہمیں یقین ہے کہ قیامت آنے والی ہے؟ کیا ہمارا عمل اس بات کا ثبوت پیش کر رہا ہے کہ آج ہم کل کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان حقیقتوں کا یقین عطا فرمائے اور کل کی دائمی زندگی کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انسانی اعمال اور اس کی معذرتیں

آیت ۱۳ میں ارشاد ہوا: ﴿یُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴿۱۳﴾﴾ ”بتا دیا جائے گا اُس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا“۔ تقدیم و تاخیر کے دو مفہوم ہیں۔ دنیوی زندگی میں انسان نے کس چیز کو ترجیح دی اور کس چیز کو پسِ پشت ڈالا۔ دوسرا مفہوم یہ کہ اس نے کیا عمل آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔ انسان کا عمل خواہ اچھا ہو یا برا‘ ایک طرف اللہ کے ہاں جا کر محفوظ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اس کے اثرات دنیا میں رہتے ہیں۔ سورۂ یٰسین کی آیت ۱۲ میں فرمایا گیا: ﴿اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَ نَکۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَ اٰثَارَہُمۡ ؕ وَ کُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰہُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۲﴾﴾ ”بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور

جو (عمل) وہ آگے بھیج چکے اور جو ان کے اثرات پیچھے رہ گئے ہم ان کو لکھتے ہیں‘ اور ہر چیز کا ہم نے ایک واضح کتاب میں احاطہ کر رکھا ہے‘‘۔ اللہ تعالیٰ خیر کے اعمال ہمیں آگے بھیجنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے خیر پر مبنی اثرات کو ہمارے نامۂ اعمال میں درج فرما دے۔ اچھا عمل صدقۂ جاریہ اور برا عمل عذابِ جاریہ کا باعث ہوتا ہے۔

آیات ۱۴‘۱۵ میں ارشاد ہوا: ﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ﴿۱۵﴾﴾ ’’بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے‘ اگرچہ معذرتیں کرتا رہے‘‘۔ انسان کا باطن اس کے اعمال کی حقیقت سے واقف ہے‘ اگرچہ ممکن ہے کہ خارج میں وہ اپنے برے عمل کی خوبصورت تاویل کر کے اعتراض کرنے والوں کو خاموش کرا دے۔ مثال کے طور پر چور کو تو پتا ہے کہ وہ چور ہے: خواہ لاکھ وہ جواز (justification) پیش کرے۔ ہم بندوں کے سامنے تو جھوٹ بول سکتے ہیں‘ لیکن اللہ کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتے‘ لہٰذا اللہ کے ہاں کسی طرح کی justification پیش کرنا ممکن نہ ہوگا۔

جمع وتدوینِ قرآن اور اس کا بیان

آیات ۱۶ تا ۱۹ میں فرمایا گیا: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾﴾ ’’(اے نبی ﷺ! نزولِ وحی کے دوران) اپنی زبان کو تیزی سے حرکت نہ دیجیے کہ اس (قرآن) کو جلدی سے یاد کر لیں۔ یقیناً اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔ پس جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اتباع کریں اس کے پڑھنے کا۔ پھر یقیناً اس کی وضاحت کرنا بھی ہمارے ذمے ہے‘‘۔ جمع و تدوینِ قرآن کے ضمن میں یہ آیات انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کو قرآن کے ساتھ حد درجہ محبت تھی۔ آپ ﷺ کو نزولِ وحی کا شدت سے انتظار رہتا اور جب وحی نازل ہو رہی ہوتی تو آپ ﷺ تیز تیز پڑھ کر اسے یاد کرنے کی کوشش فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فضلِ عظیم عطا فرمایا اور وعدہ فرمایا کہ قرآن کریم کا آپ ﷺ کو حفظ کرا دینا‘ آپ ﷺ کو اس کی تلاوت کرا کر اس کی تدوین کرانا اور آپ ﷺ کے ذریعے اس کی وضاحت کرانا ہمارے ذمے ہے۔ بیان‘ قرآن کے الفاظ کے علاوہ الگ شے ہے‘ یعنی ایک قرآن کا متن ہے اور ایک اس کی explanation اور اس کی وضاحت ہے۔ یہ دونوں الگ الگ ہیں اور ان دونوں کو اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

اس آیت کے حوالے سے دو تین نکات نوٹ کر لیں۔ مضامین قرآن کی وضاحت کے دو ذرائع ہیں۔ ایک تو یہ کہ قرآن حکیم میں بذاتِ خود محکم آیات اور بعض امور کی تفسیر موجود ہے۔ اس کو مفسرین نے اصول کے طور پر یوں بیان فرمایا: ’’اَلْقُرْاٰنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا‘‘ کہ قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی وضاحت کرتا ہے۔ گویا ایک بات ایک جگہ مختصراً آئی تو کسی اور مقام پر قرآن نے اس کی تفصیل عطا فرما دی۔

قرآن کی تفسیر یا اس کی وضاحت کا دوسرا ذریعہ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا اپنا عمل یعنی سنت اور احادیث مبارکہ میں قرآن حکیم کے مضامین کی وضاحت ہے۔ سُنّتِ رسول ﷺ بھی قرآن کی وضاحت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ سورۃ النحل میں ارشاد ہوا: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾﴾ ’’اور ہم نے آپ (ﷺ) پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے لیے واضح کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا اور تاکہ وہ غور کریں‘‘۔

اب یہ بھی نوٹ کر لیجیے کہ ان آیات کا سورہ کے مرکزی مضمون ’’وقوعِ قیامت‘‘ سے تعلق یہ ہے کہ جو اللہ وحی کے الفاظ کو فضا میں تحلیل ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ کے سینے میں محفوظ فرما کر آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جاری کرا سکتا ہے تو وہ مرنے کے بعد انسان کو پیدا کرنے پر بھی قادر ہے اور اس کے منہ سے نکلے ہر قول اور اس کی ذات سے صادر ہونے والے ہر عمل کو بھی جمع کر رہا ہے‘ اور ایک وقت آئے گا کہ یہ سب کچھ انسان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور اسی کے مطابق انسان کا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے حساب کو آسان فرمائے۔

انسان جلد باز ہے!

آیات ۲۰‘۲۱ میں ارشاد ہوا: ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾﴾ ’’ہرگز نہیں! بلکہ (اے لوگو) تم دنیا سے محبت کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو‘‘۔ یہاں انسان کی ایک کمزوری یعنی عجلت پسندی کا ذکر ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں آیا ہے: ﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾﴾ ’’اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے‘‘۔ اور عجلت پسندی اکثر و بیشتر نقصان کا ہی پیش خیمہ بنتی ہے۔ ایک بہت بڑی جلد بازی اور اس کی مکروہ ترین شکل حُبِّ

عاجلہ یعنی دنیا پرستی ہے۔ انسانوں کی اکثریت حُبِ عاجلہ میں مبتلا ہو کر اللہ اور آخرت کو بھلا بیٹھتی ہے۔ اس وقت دنیا میں جو کچھ نظر آ رہا ہے' ہم سمجھتے ہیں کہ بس یہی سب کچھ ہے۔ اس جلد بازی کو کوئی جلد بازی نہیں مانتا اور اس کے عظیم نقصانات سے انسان بے پرواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حب عاجلہ سے محفوظ رکھے۔

قیامت کا منظر اور موت کی سختی

آیات ۲۲ تا ۲۵ میں ارشاد ہوا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ ﴾ ''اُس دن کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے (اور) اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ اور کچھ چہرے اس دن اداس ہوں گے۔ خیال کریں گے کہ ان پر کمر توڑ مصیبت واقع ہونے کو ہے''۔ یہاں روزِ قیامت کے نقشے پیش کیے جا رہے ہیں۔ میدانِ حشر میں اعمال کے نتائج چہروں پر ظاہر ہوں گے۔ اعلیٰ نصب العین کے لیے زندگی بسر کرنے والوں کے چہرے تر و تازہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب میں شامل فرمائے۔ کیا ہمیں اس اللہ سے ملاقات کا شوق ہے جو ہمارا مالک' خالق اور رازق ہے؟ اس لذت کا ذوق و شوق اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا فرمائے اور ہمیں اپنا دیدار عطا فرمائے۔ اس کے برعکس باغی اور نافرمان لوگوں کا ذکر ہے کہ غفلت میں پڑے رہنے والوں کے چہرے انتہائی اداس اور گرد آلود ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس بُرے انجام سے ہماری حفاظت فرمائے!

آیات ۲۶ تا ۳۰ میں فرمایا گیا: ﴿ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ ﵗ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ ﴾ ''ہرگز نہیں! جب جان گلے تک پہنچ جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ کوئی ہے جھاڑ پھونک کرنے والا؟ اور اس (مرنے والے) نے سمجھا کہ اب جدائی ہے۔ اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جاتی ہے۔ اس دن (خواہی نخواہی) تیرے پروردگار کی طرف ہی جانا ہے''۔ یہ انسان پر آنے والی چھوٹی قیامت کا ذکر ہے۔ موت قیامتِ صُغریٰ ہے۔ موت کی تکلیف بہت سخت تکلیف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' یقیناً موت کی سختی ہے' یقیناً موت کی سختی ہے''۔ اسی بنا پر آپ ﷺ نے ہمیں موت کی سختی سے بچنے کے لیے دعا سکھائی ہے: ((اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ)) (سنن الترمذی) ''اے اللہ! موت کی سختیوں اور تکلیفوں میں میری مدد فرما!'' اللہ ہم سب کے لیے یہ مرحلہ آسان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت صغریٰ کا یقین اور اس کی تیاری کی توفیق بھی عطا فرمائے اور موت کی سختی سے ہم سب کی حفاظت بھی فرمائے۔

انسان کا تکبرانہ طرزِ عمل

آیات ۳۱ تا ۳۵ میں ارشاد ہوا: ﴿ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ ﴾ ''پس نہ اس نے تصدیق کی (اللہ کے کلام کی) اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ پھر چل دیا اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا۔ افسوس ہے تجھ پر پھر افسوس ہے۔ افسوس ہے تجھ پر پھر افسوس ہے''۔ آخرت کے جھٹلانے والے ایک متکبر انسان کے طرزِ عمل کا یہاں نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس برے کردار سے بچائے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ابوجہل کی بھی یہی کیفیت تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اور اس جیسا کردار ہر دور میں نظر آئے گا۔ تصدیق سے مراد ایمان لانا اور اس کا مظہر اوّل نماز ہے۔ ایمان کے فوراً بعد جو تقاضا لازم ہو جاتا ہے وہ نماز ادا کرنا ہے۔ اگر نماز کی ادائیگی ہو رہی ہو تو اس کا مطلب ہے کہ ایمان موجود ہے۔ تکذیب کا مطلب رخ پھیر لینا ہے۔ مسلمان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ اللہ کو ماننے کا دعویٰ تو کرے' لیکن حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کی پکار پر وہ بیٹھا رہے اور نماز کی ادائیگی کے لیے نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ایمان کے دیگر تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَوْلٰی لفظ ویل کی مؤنث ہے' جس کے معنی ہیں تباہی و بربادی۔ جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ''ویل'' ہے' جس میں اتنا شدید عذاب ہو گا کہ جہنم کا باقی حصہ اس سے پناہ مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم اور اس کی وادیِ ویل سے بچائے۔

انسان کی تخلیق اور اس کا محاسبہ

آیات ۳۶ تا ۴۰ میں فرمایا گیا: ﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ ﴾ ''کیا انسان خیال کرتا ہے کہ

وہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالا جاتا ہے؟ پھر وہ ہو گیا جونک کی مانند (چپکا ہوا) تو اسے بنایا اور سنوارا۔ پھر اس سے جوڑے مرد اور عورت کے بنائے۔ کیا اُس (اللہ) کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کر سکے؟'' انسان بے قید نہیں چھوڑ دیا گیا' بلکہ اس کا محاسبہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بامقصد پیدا کیا اور دنیا میں اپنی بندگی اور امتحان کے لیے بھیجا ہے' کل اس کا محاسبہ ہوگا۔ سورۃ المؤمنون میں ارشاد ہوا: ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾﴾ ''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے!''

اللہ تعالیٰ انسان کی تخلیق کو گندے پانی کی بوند سے تکمیل تک درجہ بدرجہ پہنچاتا ہے۔ مرد اور عورت کی طرف سے جو نطفہ آتا ہے اس کا ملاپ اور پھر اس کا رحم مادر میں لٹکنا' وہاں سے اپنی غذا کا لینا' یہاں سے تخلیق انسانی کا عمل شروع ہوتا ہے اور درجہ بدرجہ انسان کی تخلیق ہوتی ہے۔ وہ اللہ کہ جس نے تمہیں پیدا فرمایا جبکہ تم کچھ نہ تھے' تو کیا وہ انسانوں کی دوبارہ تخلیق پر قادر نہیں؟ یہی بات سورۂ قٓ میں آئی جہاں فرمایا گیا: ﴿اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٥﴾﴾ ''کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ یہ دوبارہ پیدا ہونے سے شک میں (پڑے ہوئے) ہیں۔''

سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب سورۃ القیامہ کی آخری آیت تلاوت فرماتے تو جواب میں ارشاد فرماتے: ((بَلٰی)) یعنی کیوں نہیں' یقیناً اللہ ہمیں دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کا یقین عطا فرمائے اور وقوعِ قیامت کو برحق مانتے ہوئے اس کے مطابق اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

۞۞۞

دعوت اِلیٰ سبیل الربّ

محمد رشید عمر

دعوت اور مقاصدِ دعوت

دعوت کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی اور نظامِ عدلِ اجتماعی کی راہ ہموار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسولوں کو بھی اسی مقصد کے لیے بھیجا:

﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَ اَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ ۚ وَ اَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡهِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِیَعۡلَمَ اللّٰهُ مَنۡ یَّنۡصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ﴿۲۵﴾﴾ (الحدید)

’’البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور میزانِ (عدل) بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں‘ اور ہم نے لوہا بھی اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور تاکہ اللہ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ بڑا زور آور غالب ہے۔‘‘

﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَ لَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ﴿۹﴾﴾ (الصف)

’’وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت کاملہ اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے‘ اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔‘‘

﴿فَلِذٰلِکَ فَادۡعُ ۚ وَ اسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ ۚ وَ قُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ کِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَیۡنَکُمۡ ؕ﴾ (الشوریٰ:۱۵)

’’تو آپ اسی دین کی طرف بلائیے‘ اور قائم رہیے جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے‘ اور ان کی خواہشوں پر نہ چلیے‘ اور کہہ دیجیے کہ میں اس پر یقین لایا ہوں جو اللہ نے کتاب نازل کی ہے‘ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں۔‘‘

قرآن مجید کے ان حوالوں سے یہ بات واضح ہے کہ دین کا اوّل فریضہ ہی یہ ہے کہ عدل و انصاف کا نظام قائم کیا جائے جس میں اللہ کی بندگی آسان ہو جائے۔ اور پھر اس کے لیے دعوت کا جو کام کیا جائے گا‘ لازماً وہ ایسی دعوت ہونی چاہیے جو اس عادلانہ نظام کے قیام کی راہ ہموار کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کو دعوت کا فریضہ ادا کرنے کا حکم فرمایا اور آپ ﷺ نے یہ کام کر کے دکھا دیا۔ ارشاد ہوا:

﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَةِ وَ الۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَ جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ؕ﴾ (النحل:۱۲۵)

’’(اے پیغمبر ﷺ!) لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی دعوت دو حکمت اور اچھی موعظت کے ساتھ اور بہت اچھے طریقے سے مجادلہ کرو۔‘‘

(۱) مضامینِ حکمت

قرآن مجید اپنی تفسیر خود کرتا ہے‘ چنانچہ جس حکمت اور موعظت کے ساتھ لوگوں کو دعوت دینے کا حکم دیا گیا ہے‘ وہ حکمت اور موعظت کیا ہے اور قرآن مجید نے کن مضامین اور کن باتوں کو حکمت اور موعظت کا نام دیا ہے‘ اس کی تفصیل قرآن مجید کی دوسری آیات سے معلوم ہوتی ہے۔ سب سے پہلے اس کے لیے سورۂ بنی اسرائیل کی آیات ۲۳ تا ۳۸ تک میں مذکور احکام کو دیکھتے ہیں‘ جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱) تیرے رب نے فیصلہ کر دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔

۲) والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے۔

۳) قریبی رشتہ داروں‘ مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرو۔ مال کو اسراف و تبذیر میں نہ اڑاؤ اور خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرو۔

۴) اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

۵) زنا کے قریب بھی نہ جاؤ‘ یہ بے حیائی اور بُری راہ ہے۔

۶) جس جان کو مارنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے قتل نہ کرو‘ مگر حق کے ساتھ۔

۷) یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر بہتر طریق سے جس کی اجازت ہو۔

۸) عہد کو پورا کرو۔

۹) ناپ پورا دو اور تول کرو تو سیدھی ترازو سے یعنی انصاف سے دو۔

۱۰) جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس چیز کے پیچھے نہ پڑو۔
۱۱) زمین پر اکڑ کر مت چلو' بلکہ عاجزی اور انکساری سے رہو۔

ان احکامات کے آخر میں فرمایا:

﴿كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝۳۸ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ﴾ (الاسراء:۳۹)

''ان سب (باتوں) کی برائی تیرے پروردگار کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ہے۔ اور (اے پیغمبرﷺ!) یہ ان باتوں میں سے ہیں جو تیرے رب کی طرف سے حکمت میں سے وحی کی گئی ہیں۔''

مذکورہ بالا گیارہ احکام کا تعلق حکمت سے ہے۔ گویا یہ دعوت الی سبیل الرب کے مضامین ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف دعوت دینے کے لیے ان مضامین کو بیان کرنا ہوگا۔ ان مضامین میں مال خرچ کرنے کا حکم اور اس کی ترغیب ایسا پر حکمت دعوتی مضمون ہے کہ اگر اس کی دعوت کے نتیجہ میں یہ وصف قوم میں پیدا ہو جائے تو یہ اکیلا وصف ہی انسانیت کے لیے game changer ثابت ہوسکتا ہے۔ یہ اتنا اہم معاملہ ہے کہ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کا حکم دیا گیا ہے اور بار بار انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ سورۃ البقرہ میں پورے دو رکوع اسی مضمون پر مشتمل ہیں' اور انفاق فی سبیل اللہ کے بالعکس سود خورانہ عمل کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو پورے تین رکوعوں پر یہ مضمون پھیلا ہوا ہے۔ کسی بات کو واضح کرنے کے لیے ایک ہی مقام پر اتنی زیادہ آیات وارد ہونے کی قرآن مجید میں شاید اور کوئی مثال نہیں ہے۔

قرآن مجید میں اس وصف کی عدم موجودگی کی وجہ سے قومی ہلاکت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے' فرمایا:

﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۹۵﴾ (البقرۃ)

''اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور نیکی کرو' بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

قرآنی آیات کی طرح بہت ساری احادیث میں بھی انفاق فی سبیل اللہ کے لیے ترغیب و تشویق موجود ہے۔ مثلاً حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریمﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ ، فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا :اَللّٰهُمَّ

اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا ، وَيَقُوْلُ الْآخَرُ :اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا)) (متفق علیه)

''روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے اترتے ہیں' ان میں سے ایک فرشتہ خرچ کرنے والوں کے لیے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والوں کو بدل عطا فرما' اور دوسرا فرشتہ بخیل کے لیے یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کے مال کو تلف کر دے۔''

اس حدیث مبارکہ کی معجزانہ سچائی پوری امت' بالخصوص مملکت خداداد پاکستان پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ آج سے اکہتر (۷۱) سال پہلے جب پاکستان وجود میں آیا تھا تو ایشیائی ممالک پاکستان کی طرف اس نظریے سے دیکھتے تھے کہ ہم اس نوزائیدہ مملکت سے کچھ اخذ کر سکیں' جبکہ آج ہم ان کی ترقی کی گرد تک بھی نہیں پہنچ پا رہے' ہم ان سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ اُس وقت ہم ایک دھیلے کے مقروض نہیں تھے' آج اتنے وسائل کے باوجود ملکی خزانوں کے رکھوالوں نے خزانوں کی بوریوں میں اتنے چھید کر دیے ہوئے ہیں کہ بیس کروڑ آبادی کے ملک کا بچہ بچہ ہزاروں لاکھوں کا مقروض ہے۔

ایک دوسری حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریمﷺ نے فرمایا:

((اتَّقُوا الظُّلْمَ ، فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ ، فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ، حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَهُمْ ، وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ)) (رواه مسلم واحمد)

''ظلم سے بچو' کیونکہ قیامت کے روز ظلم اندھیروں کی شکل میں ہوگا (جس میں ظالم بھٹکتا پھرے گا) اور بخل سے بچو کیونکہ بخل نے ان لوگوں کو ہلاک کیا ہے جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ بخل ہی کے باعث انہوں نے خون ریزی کی اور حرام کو حلال جانا۔''

سقوطِ غرناطہ' تاتاریوں کے ہاتھوں سلطنتِ عباسیہ کی تباہی' خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ اور سقوطِ ڈھاکہ کے پیچھے الشُّحّ کی بیماری نہیں ہے کیا؟ اپنے ہی ہاتھوں اس بیماری کی وجہ سے ذلت و نکبت کے حالات اس طرح مسلط ہیں کہ نکلنے کا کوئی راستہ ہی نظر نہیں آتا۔ اس بیماری کا علاج اسی سے ممکن ہے کہ انفاق کو موضوعِ دعوت کا مضمون بنایا جائے اور اس جذبے کی روح پوری قوم میں پھونک دی جائے۔

انفاق فی سبیل اللہ ایک طرف اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے اور دوسری طرف معاشرتی استحکام کا۔ ابنائے ملت کو یہ بات سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش نظر ہے:

﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا

كَثِیْرًا ؕ﴾ (البقرۃ:۲۶۹)

''وہ جس کو چاہتا ہے حکمت بخشتا ہے‘ اور جس کو حکمت مل گئی اس کو تو خیر کثیر مل گیا۔''

مزید یہ کہ ایک طرف انفاق فی سبیل اللہ سے ایمان کے ثمرات کا دروازہ کھلتا ہے۔ (البلد:۱۱تا۱۸) تو دوسری طرف اس کی برکت سے مشکلات آسانیوں کا روپ دھار لیتی ہیں (اللیل:۵تا۱۰)۔

ان ساری باتوں سے یہ بات واضح کرنا مطلوب ہے کہ قرآن وسنت کے نفاذ کے ذریعے عادلانہ نظام کے قیام کی راہ ہموار کرنے کے لیے جو مضامین دعوت درکار ہیں‘ ان میں انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت کو نمایاں اہمیت دینی چاہیے تاکہ یہ وصف بلند تر سطح پر اُمت مسلمہ میں پیدا ہو جائے۔ یہ وصف یقینی طور پر اللہ ربّ العزت کے لامحدود خزانوں کے دروازوں کو کھولنے کی چابی ہے۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ انفاق کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی آگے کر دیتا ہے اور جو قومیں انفاق کے حوالے سے بانجھ ہو جاتی ہیں وہ خود اپنے وجود کو ذلت ورسوائی کے گڑھے میں گرا لیتی ہیں۔

مذکورہ بالا سورۂ بنی اسرائیل میں بیان کردہ احکام سے ملتے جلتے احکام تورات وانجیل میں ''احکامِ عشرہ'' کے نام سے معروف ہیں‘ جو ہر مذہبی عیسائی اور یہودی کو زبانی یاد ہوتے ہیں۔ راقم نے ایک دفعہ ایک عیسائی مزدور سے گرجا گھر میں دی جانے والی تعلیم کے متعلق پوچھا تو اس نے ''احکامِ عشرہ'' انگلیوں پر گن کر سنا دیے۔

(۲) مضامینِ موعظۂ حسنہ

سورۃ النحل کی آیت زیر مطالعہ میں دعوت کا دوسرا طریقہ یہ سمجھایا گیا ہے کہ اپنے ربّ کی طرف موعظہ حسنہ کے ذریعے دعوت دو۔ پورا قرآن مجید ہی نہ صرف موعظہ حسنہ ہے‘ بلکہ شفاء لمافی الصدور‘ ہدایت اور رحمت ہے۔ البتہ جن باتوں کو قرآن مجید میں خصوصی طور پر موعظت کہا گیا ہے‘ اس کی بڑی واضح اور کھلی مثال سود کے بارے میں ہے۔ فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۲۷۵﴾ (البقرۃ)

''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے وہ

شخص اُٹھتا ہے جسے کسی شیطان نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا)‘ حالانکہ تجارت کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ تو جس شخص کے پاس اللہ کی موعظت پہنچ گئی اور وہ سود لینے سے باز آ گیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کا۔ اور (قیامت میں) اس کا معاملہ اللہ کے سپرد۔ اور جو پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔''

جس طرح انفاق فی سبیل اللہ کو حکمت کے مضامین میں نمایاں حیثیت حاصل ہے اسی طرح اس کے بالمقابل سود خورانہ ذہنیت کے علاج کا حکم موعظت کا اہم ترین موضوع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ظالمانہ نظام میں اللہ کی بندگی محال ہو جاتی ہے اسی طرح سود جو ایک غیر فطری نظامِ معیشت ہے‘ اس میں انسان اس طرح جکڑا جاتا ہے کہ وہ کولہو کا بیل بن کر رہ جاتا ہے اور اسے اللہ کی بندگی کا حق ادا کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ آج پوری دنیا‘ حتیٰ کہ سعودی عرب سمیت پوری اسلامی دنیا بھی سود کے دلدل میں پھنسی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس دور میں اہم ترین موعظت یہ ہے کہ سود کے خلاف لوگوں کو اس طرح تیار کیا جائے کہ وہ اس غیر فطری نظامِ معیشت سے چھٹکارا حاصل کرنے والے بن جائیں۔

موعظت کی بہترین مثال حضرت لقمان کا وعظ ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کیا۔ اس کے مضامین یہ ہیں:

۱۔ اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔

۲۔ کوئی بھی عمل دنیا جہاں میں کہیں بھی کیا جائے گا‘ خواہ اتنا چھوٹا کہ رائی کے دانے کے برابر ہو‘ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس کے کرنے والے کے سامنے ظاہر کر دے گا۔ یعنی قیامت کے دن حساب کتاب سے ڈرو اور دنیا میں اللہ کی نافرمانی سے بچ کر رہو۔

۳۔ نماز قائم کرو‘ بھلائی کا حکم دو‘ برائی سے روکو اور مصیبت پر صبر سے کام لو۔

۴۔ لوگوں کے ساتھ از راہِ غرور گال مت پھلانا اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا۔

۵۔ چال میں اعتدال کیے رہنا اور بولتے وقت آواز نیچی رکھنا۔

یہ مضامینِ موعظت ہیں‘ واعظینِ دین کو چاہیے کہ ان کو موضوعِ سخن بنائیں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنا وعظ قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَیَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۹۰﴾ (النحل)

"بے شک اللہ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کے (حقوق کی) ادائیگی کا حکم دیتا ہے' اور بے حیائی' نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں وعظ کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔"

اس آیت مبارکہ کے مضامین اتنے اہم ہیں کہ خطباتِ جمعہ میں اس آیت مبارکہ کو پڑھا جاتا ہے' اور وعظ کی یہ آیت مبارکہ اس سورہ میں موجود ہے جس میں حکمت اور موعظت کے ساتھ دعوت الی سبیل الربّ کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ کی طرف سے اعلیٰ موعظت کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿٥٨﴾﴾ (النساء)

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو' اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تمہیں نہایت اچھا وعظ کرتا ہے' بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حکومتی اور ادارہ جاتی ذمہ داریوں کے مناصب کی تقسیم اقرباء پروری' تعصب یا کوٹہ سسٹم کی بنیاد پر نہیں' بلکہ اہلیت کی بنیاد پر ہونا چاہیے' کیونکہ اہم منصب پر اہل شخص ہوگا تو اس سے عدل وانصاف کی توقع کی جا سکے گی اور وہ بہتر طور پر کام کرے گا۔

یہ چند مثالیں موعظت کے مضامین کی پیش کی گئی ہیں۔ یہ مضامین دعوت ایسے ہیں کہ کوئی سلیم الفطرت انسان' چاہے یہودی ہو یا عیسائی یا کسی بھی نظریے سے تعلق رکھتا ہو' ان کی افادیت وصداقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ حکمت وموعظت کے ان مضامین کی وہی حیثیت ہے جس کے لیے حکم دیا گیا:

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـــًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾﴾ (آل عمران)

"کہہ دو اے اہلِ کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی سوائے اللہ کے کسی کو رب نہ بنائے۔ پس اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو فرمانبردار ہونے والے ہیں۔"

(۳) مجادلۂ حسنہ

پروپیگنڈے کے دور میں اسلام کے چہرے پر جو مختلف غلط تصورات تھوپ کر اسے مسخ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے' ان مضامین حکمت وموعظت کا بیان اسلام کے اصل چہرے کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا مؤثر ترین ذریعہ ہے' لیکن معصیت اور ظلم جو نفس پرستی کی تسکین کا ذریعہ ہیں' اتنے خوش نما بنا دیے گئے کہ معاملہ چاہے افراد کا ہو یا اقوامِ عالم کا' حکمت اور موعظت کے ان مضامین کو معاشرتی اصلاح یا عدل کے نظام کی بنیادیں بنانے کے لیے لوگ تیار نہیں ہوتے۔ جہاں بھی ان باتوں کی دعوت دی جائے گی فریق مخالف سے مجادلہ کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

سورۃ الکہف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿٥٦﴾﴾

"اور ہم رسولوں کو صرف خوشخبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجتے ہیں' اور کافر ناحق مجادلہ کرتے ہیں تاکہ اس سے سچی بات کو ٹلا دیں' اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس سے انہیں خبردار کیا گیا ہے مذاق بنا لیا ہے۔"

مضامینِ حکمت اور موعظت میں غور کیجیے۔ جب لوگوں کو دعوت دی جائے کہ اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو' ذمہ داریاں اہل لوگوں کے سپرد کرو اور سود کو اور بے حیائی کو ختم کرو ـــــ عالمِ کفر کو ایک طرف رکھیے' ہمارے اپنے معاشرے اور نظام میں کیا خاندانی منصوبہ بندی کے لیے علماء کی خدمات حاصل نہیں کی جاتیں؟ کیا کوٹہ سسٹم رائج نہیں؟ کیا بے حیائی کے فروغ کو انٹرٹینمنٹ کا نام نہیں دیا جاتا؟ اور رہا سود کا معاملہ تو اعلیٰ عدلیہ جو اگرچہ خالص اسلامی عدلیہ نہیں ہے پھر بھی اس نے سود کے خلاف فیصلہ دیا ہوا ہے' اس کے باوجود اللہ کے حکمِ موعظت کے خلاف نت نئے اور افلاطونی تبصرے سننے میں آتے رہتے ہیں' تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب مضامین حکمت و موعظت کی دعوت دی جائے گی تو مجادلہ کی کیفیت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ لیکن حکم کیا ہے:

﴿جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ﴾ "ان کے ساتھ مجادلہ کرو جو احسن ہو۔"

'جــادِل' فعل امر ہے' جس کے معنی ہیں فریق مخالف کو دلیل سے قائل کرنے کی کوشش کرنا جس میں جھگڑے کا رنگ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں جہاں مجادلہ بالحق کا ذکر ہے' وہاں اہلِ باطل کا بھی ذکر ہے۔ ہمارا موضوع اس وقت جدالِ حسن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر

حضرت نوح علیہ السلام جنہوں نے ۹۵۰ سال تبلیغ کی' انہوں نے جدالِ حسنہ کا بھی حق ادا کر دیا' جس کا ان کی قوم نے بھی اعتراف کیا:

﴿قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۲﴾﴾ (ھود)

''کہنے لگے: اے نوح! تو نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت جھگڑا کر چکا' اب لے آ جو تو ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر تو سچا ہے۔''

مجادلۂ حسنہ کے پیچھے کیا محرکات ہونے چاہئیں' اس دوران کس ہستی سے ناطہ جڑا رہنا چاہیے' اس کے لیے قرآن مجید کے دو مقامات کا حوالہ پیش خدمت ہے:

﴿یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾﴾ (النحل)

''جس دن ہر شخص اپنے ہی لیے جھگڑتا ہوا آئے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔''

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۱﴾﴾ (المجادلہ)

''بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑتی تھی اور اللہ کی جناب میں شکایت کرتی تھی' اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا' بے شک اللہ سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

قرآن مجید کے ان دو مقامات سے مجادلہ حق کے بارے میں دو باتیں نمایاں ہیں:

۱۔ اپنے فائدے کے لیے جھگڑا کرنا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ سے ناطہ جوڑے رکھنا۔

دنیوی معاملات میں مجادلہ کا محرک تو معاشرتی' معاشی اور سیاسی مفادات کا حصول ہوسکتا ہے لیکن جہاں تک حق کے لیے مجادلہ حسنہ کا تعلق ہے تو وہ دنیوی مفادات سے بالاتر مقاصد کے تحت ہوتا ہے۔ وہ مقاصد ہیں لوگوں کو لوگوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لانا اور ان کو آخرت میں جہنم سے چھٹکارا دلانا۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کا اپنی اقوام سے مجادلہ کے پیچھے یہی جذبہ محرک رہا ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ جیسے پتنگے آگ میں گرتے ہیں' لوگ اس طرح جہنم میں گر رہے ہیں اور میں انہیں پکڑ پکڑ کر جہنم میں گرنے سے بچا رہا ہوں۔ تو جہاں

ضرورت اس بات کی متقاضی ہو وہاں لوگوں کے ساتھ ایسی دلیل کے ساتھ جھگڑا کرنا کہ انہیں سوائے ہٹ دھرمی کے انکار کے' حق کو قبول کیے بغیر چارہ نہ رہے' جیسے قومِ نوحؑ نے کیا۔ چنانچہ مجادلہ حسنہ داعی الی اللہ کی ضرورت ہے۔ دوسری ضرورت تعلق مع اللہ ہے تاکہ اس مجادلہ حسنہ میں اللہ کی مدد شامل حال رہے' اس سے بہتر راہنمائی کی درخواست مسلسل رہے' اور اگر کوئی پریشانی اور مشکل پیش آئے تو اسی کی جناب میں شکوہ کیا جائے' نہ کہ لوگوں کے سامنے اپنے دُکھڑے بیان کرنا شروع کر دیے جائیں۔ یہ انداز مجادلہ حسنہ کے آداب کے خلاف ہوگا۔

دعوت کے ثمرات اور داعی کا مقام و مرتبہ

جب دعوت کے مضامین حکمت اور موعظت واضح ہو جائیں گے اور ان کو بیان کرنے کی ترتیب بنالیں گے تو پھر سورۂ حٰمٓ السجدہ کی آیات کے معانی اور مطلوب سمجھنے میں مشکل نہیں آئے گی۔ فرمایا:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۶﴾﴾ (حٰمٓ السجدہ)

''اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی' تو برائی کا دفاع کرو جو بہت اچھا ہو۔ (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ گویا تمہارا گرم جوش دوست ہے۔ اور یہ بات انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہوتے ہیں اور انہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحبِ نصیب ہیں۔ اور اگر تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی چوک لگ جائے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو' یقیناً وہ سنتا اور جانتا ہے۔''

ان آیات سے درج ذیل باتیں واضح ہو جاتی ہیں:

۱) دنیا میں داعی الی اللہ کی بات سے بہتر کوئی بات نہیں ہوتی' کیونکہ وہ خود اپنے قول اور عمل سے اس کی گواہی دے رہا ہوتا ہے۔

۲) باطل نظام اور معاشرتی برائیاں' غلط تصورات و اعمال کے طومار جن کے بوجھ تلے لوگ دبے

پڑے ہیں اور ناجائز بندھن جن میں لوگ جکڑے ہوئے ہیں‘ وہ بوجھ اور بندھن ان مضامین کی دعوت سے ہی کاٹے جاسکتے ہیں۔ ایسے داعیوں کے لیے مچھلیاں سمندروں میں دعائیں کرتی ہیں اور فرشتے ان کی راہ میں پَر بچھاتے ہیں۔ (مفہوم حدیث)

۳) ان کی دعوت کے نتیجے میں جو نظامِ زندگی قائم ہوگا اس کی مثال شجرۂ طیبہ کی ہے جس کے زیرِ سایہ لوگ ہمہ وقت اس کے پھلوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ کفر و شرک پر مبنی نظام اس کی برابری نہیں کرسکتا۔ شرک تو خود ظلم ہے اور ظلم پر مبنی نظام انسانیت کو کیا دے سکتا ہے۔

۴) جن لوگوں کو اس دعوت کی سمجھ آجائے گی ان کے معیارِ دوستی بدل جائیں گے۔ اگر پہلے اہلِ کفر اور شرک کے دوست تھے تو اب یہ اہل ایمان کے جگری دوست بن جائیں گے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن!

۵) دنیا میں انقلاب برپا کرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو باطل کی طرف سے پیش آنے والی مشکلات کو برداشت کرکے اس کو تہ و بالا کرنے کی ہمت رکھتے ہوں۔

۶) باطل کے مقابلے میں نظامِ حق یعنی اسلام کے نظامِ عبادت‘ معاشرت‘ معیشت اور سیاست کو قائم کرنے والے ہی بلند نصیب لوگ ہیں۔ ان کے لیے بہترین مثال نبی کریم ﷺ کی شخصیت ہے جن کی عظمت کو دنیوی پیمانوں سے نہیں ناپا جاسکتا۔

۷) یہ عظیم جدوجہد ہے جس میں ہر وقت باطل کی چالوں کا مقابلہ درپیش ہے‘ تو کہیں قدم ڈگمگا سکتے ہیں‘ اس کے لیے اللہ سے تعلق ضروری ہے۔ اللہ کی مدد کے بغیر یہ کام ممکن نہیں ہے۔ ایسے داعیوں کا تعلق سب سے بڑھ کر اللہ سے ہونا چاہیے: ﴿وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ؕ﴾ ’’اور جو لوگ واقعتاً صاحب ایمان ہوتے ہیں ان کی شدید ترین محبت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے‘‘۔ اور اس ساری تگ و دو کا مقصد بھی اللہ کی رضا ہی ہونا چاہیے۔

دعوت و تبلیغ کا حکم ہو یا جدال کا‘ یہ حکم آپ ﷺ کو واحد کے صیغے میں دیا گیا‘ سورۃ المائدۃ کے مطابق:

﴿یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ؕ وَ اِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَہٗ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۶۷﴾﴾ (المائدۃ)

’’اے رسول (ﷺ)! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے پہنچا دیجیے‘ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اللہ کے پیغام کو نہ پہنچایا (یعنی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا)‘ اور اللہ لوگوں کے مقابلے میں آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بے شک اللہ کافر کی قوم کو راستہ نہیں دکھاتا۔‘‘

آپ ﷺ نے اس کا حق ادا کر دیا جس کی گواہی اصحابِ رسول نے دے دی۔ چنانچہ اس فریضہ دعوت و تبلیغ کو انجام دینا اور اس کو منطقی انجام تک پہنچانے کی کوشش کے لیے ہمارے پاس نمونہ صرف اور صرف منہجِ نبوی ﷺ ہی ہے۔ کوئی دوسرا راستہ اللہ تعالیٰ کو قبول نہ ہوگا۔

یہ مضامینِ حکمت و موعظت دعوت کے ایسے مضامین ہیں جن کو دوسروں تک پہنچانے میں ہر ایک کو جدوجہد کرنی چاہیے اور اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ذہن نشین رہنا چاہیے: ((بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً)) ’’میری طرف سے پہنچا دو چاہے ایک ہی آیت کیوں نہ ہو‘‘۔ اور اس پر عمل کر کے ہم رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے مستحق بن سکتے ہیں:

((نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئًا فَبَلَّغَهُ کَمَا سَمِعَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ)) (سنن الترمذی)

’’اللہ تعالیٰ تر و تازہ (خوش) رکھے اس شخص کو جس نے ہم سے کوئی چیز (بات) سنی اور پھر اس کو ایسے ہی دوسروں تک پہنچایا جیسے سنی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ جس کو وہ بات پہنچے وہ زیادہ حفاظت کرنے والا (عمل کرنے والا ہو) بنسبت سننے والے کے۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں اس حدیث کا مصداق بننے اور دعوت کے کام کو نبویؐ طریقے پر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ❁❁❁

جہاد فی سبیل اللہ
اصل حقیقت‘ اہمیت و لزوم اور مراحل و مدارج
بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جامع خطاب
اشاعت خاص: 60 روپے
اشاعت عام: 30 روپے

حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہ عنہا

خزینۂ علم وحکمت

اُمِ محسن

قرآن وسُنّت میں خواتین کی عظمت واکرام کے نقوش قدم قدم نمایاں نظر آتے ہیں۔ ذرا تصور کیجیے عرب کے اُس جاہل معاشرے کا جہاں عورت کو تھوڑے سے بھی حقوق حاصل نہ تھے اور اس کا تقابل کیجیے پیغمبر رحمت ﷺ کی بعثت کے بعد کے دَور سے —— ایک متفق علیہ روایت میں آتا ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ سے کسی نے سوال کیا: ''آپ ﷺ کو دنیا میں سب سے محبوب کون ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''عائشہ''۔ سائل نے سوال کیا کہ مردوں میں سے کون؟ آپؐ نے فرمایا: ''عائشہ کے باپ''۔ یہ عملی نمونہ تھا عورت کے مقام کی بحالی کا۔

لیکن موجودہ دور میں مسلمان معاشروں میں صورتِ حال انتہائی افسوس ناک ہے۔ باوجود اس کے کہ اسلامی تاریخ میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے عظیم نمونے پائے جاتے ہیں' مگر ان کا کردار اور مقام ومرتبہ نہ درسی کتب میں درج ہے اور نہ میڈیا کے ذریعے اُسے اُجاگر کیا جاتا ہے۔ اسی لیے ہماری نسلیں باوجود رول ماڈل رکھنے کے اس کی تلاش میں بھٹکتی پھرتی ہیں۔

مثال کے طور پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کردار سے مسلم معاشرے کے کتنے لوگ آگاہ ہیں کہ وہ مفسرہ ہیں' محدّثہ ہیں' حافظہ ہیں' قاریہ ہیں' ادیبہ ہیں' معلّمہ ہیں' فقیہہ ہیں' غرض مجموعہ حسنات وکمالات ہیں' بلکہ بلا مبالغہ پوری تاریخ عالم میں اتنی عظیم صفات والی عالمہ وفاضلہ خاتون جو ایک طرف منصبِ افتاء پر فائز ہوں تو دوسری طرف بہترین خاتونِ خانہ اور اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کی مالک' ہمیں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ افسوس یہ ہے کہ دورِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے یہ فعال' جرأت مند اور علم وحکمت سے دنیا کو منور کرنے والے کردار اب اُمت کے طبقۂ نسواں میں نشوونما پانا بند ہو گئے ہیں' اور مقامِ فکر یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے صدیوں کے سفر میں

''سیدہ عائشہ'' جیسے کردار کیوں نہیں پیدا ہو سکے!

ذیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علم وحکمت کے چند پہلوؤں کو بیان کیا جاتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ہماری نئی نسل ان سے کچھ سیکھے اور علم وحکمت سے بھرپور حضرت عائشہ کی سیرت کو اپنانے کی کوشش کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسلم اُمّہ خصوصاً اس کے طبقہ اُناث کے مقام ومرتبہ کے حوالے سے اتنی حساس تھیں کہ روایات میں آتا ہے کہ عورتوں کے اکرام کے خلاف ذرا سی بھی بات برداشت نہیں کرتی تھیں اور ذرا سی بھول یا تفسیر میں کسی جھول پر فوراً تڑپ اُٹھتیں اور اصلاح کرتیں۔ تعلیم وتعلّم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا وہ باب ہے جہاں وہ نہ صرف عورتوں بلکہ مَردوں سے بھی ممتاز نظر آتی ہیں۔ بڑے بڑے اصحابِ رسول ﷺ جب کسی مسئلے میں ٹھیک رائے پر نہ پہنچ پاتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے' یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اُلجھے مسئلوں کو سلجھانے کے لیے اکثر انہی کے پاس جاتے تھے' اس لیے کہ علمی حیثیت سے انھیں نہ صرف عورتوں اور اُمہاتُ المومنین پر بلکہ چند بزرگوں کو چھوڑ کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فوقیت حاصل تھی۔ جامع ترمذی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم صحابیوں کو کوئی ایسی مشکل بات کبھی پیش نہیں آئی کہ جس کو ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہوں۔ اگرچہ حفظِ حدیث اور سُنّتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اشاعت کا فرض دیگر ازواجِ مطہراتؓ بھی ادا کرتی تھیں' تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رتبے کو ان میں سے کوئی بھی نہیں پہنچیں۔ امام ترمذی کی شہادت ہے اگر تمام مردوں اور اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کا علم ایک جگہ جمع کر لیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان میں سب سے وسیع ہوگا۔

قرآن مجید کی تفسیر میں اصحابِ رسول ﷺ سے جو روایات آئیں ان میں زیادہ تر ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نو برس کی عمر میں نبی پاک ﷺ کے گھر آئیں اور نبی ﷺ کے ساتھ دس برس تک رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ نزولِ قرآن کا نصف سے زیادہ زمانہ ان کے شعور میں آنے سے پہلے کا ہے' لیکن اس غیر معمولی دل ودماغ کی حامل ہستی نے اُس زمانہ کو بھی جو بچپن اور ناسمجھی کا دور ہے' رائیگاں نہیں کیا۔ ایک تو نبی کریم ﷺ تقریباً روز بلاناغہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے' پھر خود ابوبکر

صدیق ؓ نے اپنے گھر میں نماز کے لیے مخصوص جگہ بنالی تھی اور اس میں نہایت خشوع سے تلاوتِ قرآن کریم فرماتے تھے۔ جبکہ حضرت عائشہ ؓ کی یادداشت کا یہ عالم تھا کہ بچپن میں کھیلتے کھیلتے کوئی آیت کانوں میں پڑتی تو یاد ہو جاتی تھی۔

علمِ حدیث کا موضوع درحقیقت ذاتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے‘ اس لیے اس علم سے واقفیت لامحالہ اُسی کو زیادہ ہوگی جو آپ ﷺ کے زیادہ قریب رہا ہوگا۔ حضرت عائشہ ؓ نوعمر تھیں اور عقلی و دماغی قوتوں میں بے مثال تھیں اور آپ ﷺ کی آخر عمر تک ہمیشہ خدمت گزار اور شرفِ صحبت سے مشرف رہیں۔ اس لیے ان کو نبی اکرم ﷺ کے احوال و احکام سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ واقفیت تھی۔ ان کا حجرہ بھی مسجد نبوی ﷺ سے متصل تھا۔ چنانچہ ازواجِ مطہرات ؓ میں سے کوئی بھی حدیث کی واقفیت اور اطلاع میں ان کا مدمقابل نہیں۔ صحاحِ ستہ کے علاوہ مسند احمد اور موطا امام مالک کی روایات کو جمع کر لیا جائے تو ان کی روایت کی ہوئی احادیث کی تعداد ۳۹۸۳ بن جاتی ہے۔ اس طرح کثرتِ روایت میں حضرت عائشہ ؓ کا حضرت ابوہریرہ ؓ کے بعد دوسرا نمبر ہے۔ متعدد مسائل ایسے ہیں کہ صحابہ کرام ؓ میں سے کسی نے اپنے اجتہاد یا کسی روایت کی بنا پر کوئی مسئلہ بیان کر دیا‘ جبکہ حضرت عائشہ ؓ نے اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر اس کو رد کر دیا اور آج تک ان مسائل میں حضرت عائشہ ؓ کا قول ہی مستند مانا جاتا ہے۔

روایات کی کثرت کے ساتھ ساتھ آپؓ تفقہ اور اجتہاد میں بھی صحابہ کرامؓ میں ممتاز اور نمایاں مقام رکھتی تھیں۔ اسلام کے بعض اہم تاریخی واقعات مثلاً واقعہ افک‘ ہجرت کے تفصیلی واقعات‘ نبی کریم ﷺ کے مرض الموت کے واقعات‘ غزواتِ بدر‘ اُحد اور خندق کے کچھ حالات‘ فتح مکہ میں عورتوں کی بیعت‘ حجۃ الوداع کے واقعات‘ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی خانگی زندگی‘ اخلاق اور مشاغل وغیرہ ہمیں حضرت عائشہ ؓ ہی کی زبانی معلوم ہوئے ہیں۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہدِ خلافت میں مخصوص کبارِ صحابہؓ کے علاوہ کسی کو افتاء کی اجازت نہ تھی‘ مگر حضرت عائشہ ؓ اس زمانے میں نہ صرف فتوے دیتیں بلکہ خود حضرت عمر ؓ ان سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔ ایک شخص نے آ کر پوچھا: اے اُمّ المؤمنین! بعض لوگ ایک شب میں دو دو تین بار قرآن پڑھ ڈالتے ہیں تو آپؓ نے فرمایا: ’’ان کا پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہیں۔ نبی اکرم ﷺ پوری پوری رات نماز میں کھڑے رہتے تھے‘ لیکن سورۃ البقرۃ‘ آلِ عمران

اور النساء سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ جب کسی بشارت کی آیت پر پہنچتے تو اللہ سے دعا مانگتے اور جب کسی وعید کی آیت پر پہنچتے تو اللہ کی پناہ مانگتے۔‘‘ (مسند احمد)

حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم اصحابِ رسول ﷺ کے لیے جب کبھی کوئی حدیث مشکل ہو جاتی (یعنی کوئی مسئلہ درپیش آ جاتا) تو ہم اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ ؓ سے اس بارے میں پوچھتے تو ان کے ہاں اس حدیث کا صحیح علم پا لیتے۔ تابعی عروہؒ بن زبیرؒ فرماتے ہیں: ’’میں نے کسی ایک کو بھی معانی قرآن‘ احکامِ حلال و حرام‘ اشعارِ عرب اور علم الانساب میں سیدہ عائشہ ؓ سے بڑھ کر نہیں پایا‘‘۔ تابعی مسروقؒ جب حضرت عائشہ ؓ سے کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے: ’’مجھ سے یہ حدیث صدیقہ بنت صدیق نے اور اللہ کے محبوب ﷺ کی معصومہ محبوبہ نے بیان فرمائی۔‘‘

خانہ کعبہ پر ہر سال نیا غلاف چڑھایا جاتا اور پرانا اُتار لیا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ ؓ کے زمانے تک متولی پرانے غلاف کو گہرا کنواں کھود کر دفن کر دیتے تھے کہ کہیں ناپاکی کی حالت میں کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ حضرت عائشہ ؓ کو یہ تعظیم مناسب نہ معلوم ہوئی۔ کعبہ کے کلید بردار شیبہ بن عثمان کو بلا کر فرمایا: ’’یہ اچھی بات نہیں‘ تم برا کرتے ہو‘ جب وہ غلاف کعبہ سے اُتر گیا اور کسی نے ناپاکی میں بھی چھو لیا تو کوئی بات نہیں۔ تم کو چاہیے کہ اس کو بیچ ڈالا کرو اور جو دام آئیں وہ غریبوں اور مسافروں کو دے دیا کرو‘‘۔ غالباً اسی کے بعد سے پرانا غلاف چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے مسلمانوں میں تبرکاً تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس فیض کے لیے مسلمانوں کو حضرت عائشہ ؓ کا یقیناً ممنون ہونا چاہیے۔

حضرت عائشہ ؓ اپنے شاگردوں کو پوری طرح بات سمجھانے کے لیے احادیث کا موقع و محل بھی بتاتی تھیں اور یہ بھی بتاتی تھیں کہ قرآن کی فلاں آیت کس موقع پر‘ کن حالات میں اور کہاں نازل ہوئی۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ کا آخری وقت آیا تو انہوں نے اپنی پسند کے کپڑے منگوا کر پہنے اور فرمایا کہ یہ بات میں نے حضور ﷺ سے سنی تھی کہ مسلمان جس لباس میں مرتا ہے اسی لباس میں اُٹھایا جاتا ہے۔ جب حضرت عائشہ ؓ سے لوگوں نے یہ واقعہ عرض کیا تو حضرت عائشہ ؓ نے اس کی تشریح یوں فرمائی کہ حضور ﷺ نے انسان کے عمل کو لباس کہا ہے۔ گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو جیسے عمل لے کر مرے گا وہی لے کر قیامت کے دن اٹھے گا۔

آنحضرت ﷺ کا جب انتقال ہوا تو صحابہ کرام ؓ میں اختلاف پیدا ہوا کہ آپ ﷺ کی تدفین کہاں عمل میں آئے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کہا کہ پیغمبر جہاں انتقال فرماتے ہیں وہیں ان کی تدفین ہوتی ہے۔ اس لیے حضرت عائشہ ؓ کے حجرہ میں جہاں آپؐ نے انتقال فرمایا تھا' آپؐ کی تدفین کی گئی۔ جب کہ حضرت عائشہ ؓ اس کا سبب یہ بتاتی ہیں کہ آپ ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا'' اور اگر یہاں بھی یہ خدشہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کھلے میدان میں ہوتی۔ چونکہ اس کا خوف تھا کہ عرب کے لوگ بھی آپ ﷺ کی قبر مبارک کو سجدہ گاہ نہ بنالیں اس لیے آپؐ کی تدفین ایک حجرے کے اندر ہوئی۔ (صحیح البخاری)

ایک بار نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کا گوشت تین دن کے اندر کھا لیا جائے۔ حضرت عائشہ ؓ اس کی وضاحت یوں فرماتی ہیں کہ ان دنوں قربانی کرنے والے کم تھے' لہٰذا حضور ﷺ نے اس کا ذخیرہ کرنے سے منع فرما دیا تھا' تاکہ جو لوگ قربانی نہیں کر سکتے ان تک بھی گوشت پہنچ جائے۔ گویا یہ دائمی حکم نہیں تھا۔ (صحیح مسلم)

حضرت عروہ ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ ؓ سے زیادہ کسی کو طب کا ماہر نہیں پایا۔ یہ ظاہر ہے کہ عرب میں طب کا باقاعدہ رواج نہ تھا۔ حضرت عائشہ ؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ شعر کہتی ہیں تو میں نے مانا کہ آپ ابوبکر ؓ کی بیٹی ہیں' کہہ سکتی ہیں' لیکن آپ کو طب سے واقفیت کیسے ہوئی؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ آخر عمر میں بیمار رہا کرتے تھے اور آپؐ کے علاج کے لیے اطباء آیا کرتے تھے' تو جو وہ بتاتے تھے میں یاد کر لیتی تھی۔ (مستدرک حاکم' مسند احمد)

غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر منافقین نے ایک بہت بڑا فتنہ کھڑا کر دیا' جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو سخت اذیت ہوئی۔ یہ واقعہ افک کہلاتا ہے' جس میں سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ پر بہتانِ عظیم لگایا گیا۔ اس پر حضرت عائشہ ؓ کی براءت میں سورۃ النور کی آیات نازل ہوئیں۔ فقہائے اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن حکیم میں حضرت عائشہ ؓ کی براءت نازل ہونے کے بعد بھی جو آپؓ پر افترا پردازی کرتا ہے وہ بلاشبہ کافر ہے۔

مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان اور فضل و کرم ہے کہ سورۃ النور کے ذریعے' جو حضرت عائشہ ؓ پر افترا پردازی کے جواب میں نازل ہوئی' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سماجی اصلاح کے بہترین اُصول اور فوجداری ضابطے اور ہتک آبرو کو معاشرتی جرم قرار دیتے ہوئے اور معاشرتی زندگی کو گندگی سے بچانے کے لیے بے مثال اور بے نظیر قوانین عطا فرمائے' جو درج ذیل ہیں:

(۱) زانیہ عورت اور زانیہ مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا۔

(۲) بدکار مردوں اور عورتوں کے سماجی بائیکاٹ کا حکم دیا گیا۔

(۳) جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمتیں لگائیں اور ثبوت میں چار گواہ پیش نہ کریں تو ان کے لیے ۸۰ کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی۔

(۴) شوہر اپنی بیوی پر تہمت لگائے تو اس بارے میں ''لعان'' کا قاعدہ مقرر کیا گیا۔

(۵) افواہوں میں حصہ نہ لینے اور افواہ سازوں کی ہمت افزائی نہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۶) واضح حکم دیا گیا کہ خبیث عورتیں خبیث مَردوں کے لیے اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مَردوں کے لیے ہیں۔

(۷) دوسروں کے گھروں میں اجازت لے کر جانے کا حکم دیا گیا اور اس بارے میں یہ اصول دیا گیا کہ اگر کسی کے گھر میں کوئی نہ ہو تو اس گھر میں ہرگز نہ جاؤ اور اگر کہا جائے کہ واپس ہو جاؤ تو خاموشی سے واپس ہو جایا کرو۔

(۸) مؤمن مردوں اور عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

(۹) حکم دیا گیا کہ عورتیں اپنا بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھریں' بجز اس کے کہ جو ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رکھیں۔

(۱۰) نکاح کو رواج دینے کا فرمان جاری ہوا تاکہ معاشرے میں بن بیاہے مرد اور عورتیں نہ رہیں۔

یہ قیمتی سماجی ہدایات واقعہ افک کے پس منظر میں نازل ہوئیں اور یہ قانونی برکتیں حضرت عائشہ ؓ کی معرفت اُمتِ مُسلمہ کا اثاثہ بن گئیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سفر میں تھے اور حضرت عائشہ ؓ بھی ساتھ تھیں۔ قافلے نے پڑاؤ کیا اور یہاں پر حضرت عائشہ ؓ کا ہار گم ہو گیا۔ پڑاؤ کے مقام پر پانی دستیاب نہیں تھا اور لوگ پانی کے بجائے ہار ڈھونڈنے میں لگ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ حضرت

عائشہ ؓ سے سخت ناراض ہوئے۔ حضور ﷺ جب بیدار ہوئے تو آپ ﷺ کو بتایا کہ نماز کا وقت ہے اور پانی دستیاب نہیں ہے۔ اس موقع پر قرآن کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں تیمّم کا حکم دیا گیا ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝٤٣﴾ (النساء)

’’اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کے بعد آیا ہو یا تم بیویوں کے پاس گئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اور اس سے اپنے چہروں اور بازوؤں پر مسح کر لو۔ یقیناً اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔‘‘

مسلمانوں کا لشکر جو مصیبت میں تلملا رہا تھا یہ آیات سن کر مارے خوشی کے اچھل پڑا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ جو کچھ دیر قبل بیٹی کو ڈانٹ کر گئے تھے، دوڑے ہوئے آئے اور پیار سے بولے جانِ پدر! مجھے معلوم نہ تھا کہ تو اس قدر مبارک ہے، تیری بدولت مسلمانوں کو کتنی آسانی مل گئی۔

حضرت عائشہ ؓ کو اللہ نے اولاد سے نہیں نوازا تھا اس لیے وہ بوجھل خانگی ذمہ داریوں سے آزاد تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں اور آپؐ کے وصال کے بعد بھی انہوں نے ایک ایک لمحہ اسلام کی دعوت و تبلیغ اور علم پھیلانے میں وقف کر دیا تھا۔ ان کے شاگردوں اور علم سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ان میں مرد، عورتیں، غلام، مسافر، غرض ہر طرح کے لوگ شامل تھے۔ حضرت عائشہ ؓ کے شاگردوں اور آپؓ سے احادیث کو روایت کرنے والے خواتین و حضرات کی طویل فہرستیں تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ چند بڑی شخصیات حضرت حسن بن علی، خالد بن سعید، سعید بن مسیب، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر ؓ، حضرت عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، مسروق، مجاہد، عمرہ بنتِ عبدالرحمٰن، صفیہ بنتِ شیبہ، ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، صفیہ بنت ابی عبید، عائشہ بنت طلحہ، معاذ بن عبداللہ ؒ وغیرہ ہیں۔ ان سب سے بکثرت احادیث مروی ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت عائشہ ؓ خاندان کے لڑکے لڑکیوں اور شہر کے یتیم بچوں کو آغوشِ تربیت میں لے لیتیں اور ان کو علم کے نور سے منور کرتیں۔ غیر بچوں کو بہنوں بھانجیوں سے دودھ پلوا کر محرموں میں شامل فرما لیتیں۔ وہ بچیوں کے تعلیم کے مصارف خود اُٹھاتیں اور انہیں منہ بولی بیٹیاں بنا لیتیں۔ لوگ حجرے کے سامنے مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھے رہتے، دروازے پر پردہ

پڑا رہتا اور پردے کی اوٹ میں خود بیٹھ جاتیں۔ پھر سارا دن سوال و جواب کی نشستیں چلتیں اور استاد و شاگرد مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کرتے۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہ ؓ کا معمول تھا کہ ہر سال حج کو جاتیں اور وہاں تشنگانِ علم جوق در جوق ان کے پاس آ کر حلقہ درس میں شریک ہوتے، مسائل پوچھتے، فتوے لیتے۔ کوئی سوال سے جھجکتا تو فرماتیں: جو کچھ تم اپنی ماں سے پوچھ سکتے ہو مجھ سے پوچھ لو۔ (موطا امام مالک)

ان کے شاگردوں میں کوئی فن سیرت کا امام بنا، کوئی مدینہ میں فضل و کمال کا تاجدار بنا، کوئی امام الفقہ بنا۔ ان کے شاگرد (اور بھانجے) عروہ بن زبیر ؒ کے بارے میں امام زہری ؒ نے فرمایا کہ میں ان کے پاس پہنچا تو ان کو علم کا اتھاہ سمندر پایا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان سے استفادہ کرنے والے وقت کے امام بنے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا جنسِ نسوانی پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے دنیا کو دکھایا کہ ایک باحیا اور باپردہ عورت اسلام کی تمام حدود کی پاسداری کرتے ہوئی کس طرح علمی، سیاسی، مذہبی، اجتماعی اور حالاتِ امن و جنگ میں قول و فعل کے ذریعے امت کی بھلائی کے لیے کتنی عظیم الشان خدمات سرانجام دے سکتی ہے۔ اسلام نے دورِ جاہلیت کے برعکس عورت کو جو عظیم رتبہ بخشا، حضرت عائشہ ؓ کی زندگی بالخصوص اس کی عملی تفسیر ہے۔ ان کے علاوہ باقی اُمہات المومنین ؓ نے بھی شریعت کا عملی پیکر بن کر دکھایا۔ اُمت کی ان عظیم ماؤں کو لاکھوں سلام۔

جو لوگ عورتوں کی عزت و اکرام میں کوئی کمی کرتے تھے، سیدہ عائشہ ؓ ان پر سخت برہم ہوتی تھیں۔ ایک عورت کو چوری کے جرم میں سزا دی گئی اور اس کے بعد وہ تائب ہو گئی۔ اس کے بعد جب بھی وہ حضرت عائشہ ؓ کے پاس آتی تو حضرت عائشہ ؓ عزت سے اسے ملتیں اور ضرورت ہوتی تو نبی اکرم ﷺ تک بھی اس کی درخواست پہنچا دیتیں۔ گویا انہوں نے یہ عملی درس دیا کہ اگر کوئی گناہ سے تائب ہو جائے تو ہمیں حق نہیں کہ اپنے رویہ سے اسے شرمندہ کرتے رہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی حیات میں صحابیات اپنے مسئلے مسائل حضرت عائشہ ؓ کی معرفت نبی اکرم ﷺ تک پہنچاتیں۔ ازدواجی زندگی کے جو مسائل خواتین براہِ راست خدمتِ اقدس میں پیش کرتے ہوئے جھجکتیں وہ حضرت عائشہ ؓ کے توسط سے پیش کرتی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عورتوں کی عدالت عالیہ حضرت عائشہ ؓ کا حجرہ ہی تھا۔

بعض اصحاب لڑکی کی رضامندی کے بغیر صرف اپنے اختیار سے بھی نکاح کر دیتے تھے۔

ایسی ہی ایک لڑکی حضرت عائشہ ؓ کے پاس آئی‘ نبی اکرم ﷺ اس وقت حجرے میں موجود نہ تھے۔ حضرت عائشہؓ نے اس لڑکی کو بٹھائے رکھا‘ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے تمام صورتِ واقعہ سامنے رکھی۔ آپ ﷺ نے لڑکی کے باپ کو بلایا اور لڑکی کو نکاح کے معاملے میں اختیار دیا۔ اس پر لڑکی نے عرض کی کہ میرے باپ نے جو کچھ کیا میں اس کو تسلیم کرتی ہوں‘ میرا مقصد تو صرف یہ تھا کہ عورتوں کو اپنے حقوق معلوم ہو جائیں۔

اگر خواتین مناسکِ حج کے دوران طہارت سے بعذرِ شرعی محروم ہو جائیں اور مناسک حج ان کی طہارت تک ان کے لیے ممنوع ہو جائیں تو اس طرح ہزاروں مردوں کو بھی ان کے ساتھ رکنا پڑے گا یا عورتوں کو اپنا حج نا تمام چھوڑنا پڑے گا۔ سیدہ عائشہ ؓ کو یہ مشکل پیش آئی تو مشکل کا حل خود اپنے واقعہ سے فرما دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ طواف کے سوا تمام مناسک ادا کیے جا سکتے ہیں جو حاجی ادا کرتے ہیں۔ اگر دس ذوالحج کے قریب یہ واقعہ پیش آئے تو آخری طواف ضروری ہے۔

تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ حضرت خدیجہ‘ حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ صدیقہ ؓ عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔ اگر علمی کمالات و دینی خدمات اور نبی ﷺ کی تعلیمات وارشادات کی نشر واشاعت کا پہلو سامنے ہو تو ان میں سیدہ عائشہ ؓ کا کوئی ثانی نہیں ہو سکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے جو فیصلہ دیا ہے اس سے سچا فیصلہ کیا ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ)) (متفق علیہ) ”عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو دوسرے کھانوں پر“۔ ثرید ایک عربی کھانا ہے جو روٹی کو گوشت کے شوربے میں بھگو کر تیار کیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں عربوں میں ثرید بہت اعلیٰ غذا سمجھی جاتی تھی اور آپ ﷺ کو بھی بہت مرغوب تھی۔

تابعی قاسم بن محمدؒ بن ابی بکرؓ (جو حضرت عائشہ ؓ کے بھتیجے ہیں) اور تابعی عمیرؒ کی روایات کے مطابق حضرت عائشہ ؓ نے دیگر ازواج مطہرات پر اپنی فضیلت کی وجوہات یوں بیان فرمائی ہیں:

☆ میں نبی ﷺ کی سب سے زیادہ چہیتی تھی‘ میرے والد آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔

☆ نبی ﷺ نے میرے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔ میرے سوا کسی ایسی خاتون سے نکاح نہیں کیا جس کے والدین مہاجر ہوں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے میری براءت نازل فرمائی۔

☆ نبی ﷺ کے پاس جبرئیل امین علیہ السلام ایک ریشمی کپڑے میں میری تصویر لائے اور فرمایا: ان سے نکاح کر لیجیے‘ یہ آپ کی اہلیہ ہیں۔

☆ میں اور نبی ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔

☆ آپ ﷺ میرے پاس ہوتے تو وحی آ جایا کرتی تھی اور اگر کسی اور بیوی کے پاس ہوتے تو وحی نہیں آیا کرتی تھی۔

☆ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا‘ انہیں میرے سوا کسی عورت نے نہیں دیکھا۔

☆ نبی ﷺ نے میرے گھر میں مرض الموت کے ایام گزارے اور میں نے آپؐ کی تیمارداری کی۔

☆ جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو آپؐ کے پاس صرف میں اور فرشتے تھے‘ کوئی اور نہ تھا۔

☆ نبی ﷺ کی وفات میرے گلے اور سینہ کے درمیان میں ہوئی (وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ کا سر اقدس عائشہ صدیقہ ؓ کی گود میں تھا)۔

☆ نبی ﷺ میری باری کے دن فوت ہوئے (یعنی جب میرے یہاں مقیم تھے)۔

☆ نبی ﷺ میرے حجرے میں مدفون ہوئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ۴۷ سال بقید حیات رہیں اور ۱۷ رمضان ۵۸ھ کی شب اس دارِ فانی سے عالمِ بقاء کو لبیک کہا۔ آپؓ کی تجہیز و تکفین شب میں ہی عمل میں آئی اور تہجد کے وقت جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

ازواج مطہرات ؓ کے روشن اور کامل نمونوں سے بے توجہی برتنے کی بہت سزا ہم انفرادی واجتماعی زندگی میں بھگت چکے ہیں‘ لہٰذا مزید خسارے سے بچنے کے لیے ہمیں انہی کامل نمونوں کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ مسلمان عورتیں ان پاکیزہ سیرتوں میں وہ گوہر نایاب پائیں گی جو انہیں ہر طرح کے ذہنی انتشار سے بچا کر دینِ الٰہی کی پاکیزہ تعلیمات پر یکسو اور مطمئن کر دے گا۔ اگرچہ چشمِ فلک نے یہ تابندہ نمونے تاریخ میں دوبارہ نہ دیکھے مگر ان کی تابندہ سیرت رہتی دنیا تک بنی نوعِ انسان اور بالخصوص عالمِ نسواں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔

اصلی اور فرعی مسائل میں
مخالفین کے ساتھ برتاؤ کرنے کے
فقہی ضابطے (۷)

تالیف: ڈاکٹر احمد بن سعد الغامدیؒ (م۱۴۳۴ھ)

ترجمہ: ڈاکٹر صہیب حسن ☆

ضابطہ نمبر ۲۴:

گناہ انسان کو دین سے خارج نہیں کرتا جب تک کہ اُسے حلال نہ سمجھا جائے

دین کی خلاف ورزی دو طرح کی ہو سکتی ہے —— ایک تو یہ کہ خلاف ورزی کرنے والا جان بوجھ کر ایسا نہ کر رہا ہو' دوسرے یہ کہ وہ ایسا جان بوجھ کر کر رہا ہو۔

اللہ کے دین کی تبلیغ کرنے والوں کا دونوں طرح کے لوگوں سے سابقہ پیش آتا ہے' اس لیے یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ ان دونوں قسم کے لوگوں سے کیسے برتاؤ کیا جائے۔ اس سے قبل ان لوگوں کے بارے میں بات ہو چکی ہے جو جان بوجھ کر خلاف ورزی نہیں کرتے' یہاں ہم ان لوگوں کا تذکرہ کریں گے جو ''گناہ'' کی شکل میں عمداً دین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

قرآن وسنت کی نصوص کے مطابق بعض گناہوں پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔ علماء اس بارے میں اختلاف رکھتے ہیں کہ اس سے مقصود کفر اعتقادی ہے یا کفر عملی؟

☆ سیکریٹری' اسلامک شریعہ کونسل' لندن (برطانیہ)

ان میں ہر طرح کے علماء ہیں' غالی بھی اور انتہائی متساہل بھی' اور ان دونوں کے مابین معتدل فکر رکھنے والے بھی۔ ان تمام علماء کے اقوال اور دلائل کو پیش کرنے کے لیے بڑا وقت درکار ہے' جس سے قاری پراگندہ ذہنی کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس لیے ہم صرف ان معتدل علماء کی آراء کا ذکر کریں گے جنہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ان نصوص سے مراد کفر عملی ہے نہ کہ اعتقادی! اور یہ کہ کسی واجب کا چھوڑ دینا اور حرام کام کا ارتکاب کرنا انسان کو دین سے خارج نہیں کرتا' چاہے یہ دونوں باتیں کتنی ہی سنگین کیوں نہ ہوں۔ البتہ اگر ایسا آدمی ان احکامات کا سرے سے انکار کرتا ہو یا اس نے ایسا کام کیا ہو جو ارتداد کے زمرہ میں آتا ہو کہ جس پر سب کا اتفاق ہو' تو اس کا معاملہ دوسرا ہے۔ یعنی کسی واجب کے چھوڑنے یا حرام کام کرنے سے انسان دین سے خارج نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ایسا کرنا اپنے لیے حلال نہیں سمجھتا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم گناہوں کو بہت ہلکا سمجھتے ہیں۔ ہم صرف بغیر کسی غلو یا کوتاہی کے ایک گناہ گار کے بارے میں شرعی حکم بیان کر رہے ہیں اور اس یقین کے ساتھ کہ گناہ گار کے لیے سزا کا وعدہ کیا گیا ہے' اِلا یہ کہ اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرما دیں۔ اس ضمن میں ہم چند علماء کے قول نقل کریں گے:

(۱) امام ابوعبید القاسم بن سلامؒ (ف ۲۲۴ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

> ''مخالفت اور گناہ نہ ایمان زائل کرتے ہیں نہ کفر کو واجب قرار دیتے ہیں' لیکن وہ ایمان کی اس حقیقت اور اخلاص کی نفی کرتے ہیں کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے ایک مؤمن کے اوصاف کی حیثیت سے بیان کیا ہے اور اپنی کتاب میں کئی جگہوں پر انہیں بحیثیت شرط قرار دیا ہے۔''(۱)

(۲) امام احمد بن حنبلؒ (ف ۲۴۱ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

> ''آدمی ایمان سے نکل کر اسلام تک محدود ہو جاتا ہے' اسلام سے اسے کوئی چیز نہیں نکال سکتی اِلا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے یا اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض کا منکر ہو کر چھوڑ دے۔ لیکن اگر وہ اسے سستی یا بے قدری کی بنا پر چھوڑتا ہے تو وہ اللہ کی مشیت کا پابند ہے' اللہ چاہیں تو اسے عذاب دیں' چاہیں تو معاف کر دیں۔''(۲)

(۳) امام بخاری (ف ۲۵۶ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

باب: ''گناہ جاہلیت کے کام میں سے ہیں'' اور سوائے شرک کے ان کا مرتکب کافر نہیں ہوتا' جیسے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت پائی جاتی ہے''۔ اور جیسے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ﴾ (النساء:٤٨) ''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے' لیکن اس سے کم (گناہوں) کو جس کے لیے چاہے معاف کرسکتا ہے۔''(۳)

(۴) امام محمد بن نصر المروزیؒ (ف۲۹۴ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

اہلِ علم نے کہا' اور اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ اللہ کو نہ ماننا کفر ہے' اور اللہ کو ماننے کے باوجود فرائض کو ترک کرنا (یہ مانتے ہوئے کہ اللہ نے انہیں واجب قرار دیا ہے) کفر ہے' لیکن اسے کفر باللہ (یعنی اللہ کا انکار کرنا) نہ کہا جائے گا۔ بلکہ یہ کفر اس معنی میں ہے کہ حق کو چھوڑ دیا گیا' جیسا کہ ایک شخص دوسرے سے بطور شکوہ کہے: تم نے میرے حق کا اور میری نعمتوں کا انکار کیا۔ مطلب یہ تھا کہ تم نے میرے حق کو بھی اور میری نعمتوں کو بھی ضائع کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسا کہنے میں ہمیں اصحابِ رسول اللہ اور تابعین کی پیروی کا شرف حاصل ہے کہ انہوں نے کفر کی فروع قرار دی ہیں کہ فروع کے ارتکاب سے انسان ملّتِ اسلام سے خارج نہیں ہوتا' اور ایسے ہی انہوں نے اعمال کے اعتبار سے ایمان کی شاخیں ثابت کی ہیں کہ ان کے چھوڑنے سے انسان ملت اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ اور اسی ضمن میں اس آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴿٤٤﴾﴾ (المائدة)

''اور جو اُس چیز کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ نے اتارا ہے تو وہ کافر ہیں۔''(۴)

(ابن عباسؓ نے کہا: كُفر دون كُفرٍ: یہ کفر کے مقابلے میں کمتر کفر ہے)

پھر انہوں نے کفر کے درجات کے بارے میں صحابہ اور تابعین کی روایات درج کی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ آیات کو چھوڑ کر فیصلہ کرنا کفر کا وہ درجہ ہے جو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

(۵) امام احمد بن محمد بن سلامہ ابوجعفر الطحاویؒ (ف۳۲۱ھ) کہتے ہیں:

''ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی بھی شخص کو گناہ کے ارتکاب کی بنا پر کافر نہیں قرار دیتے جب

تک کہ وہ اسے حلال سمجھ کر نہ کرتا ہو۔''(۵)

(۶) امام ابوالحسن اشعریؒ (ف۳۲۴ھ) کہتے ہیں:

''ہمارا یہ دین ہے کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی شخص کو کسی گناہ کے ارتکاب کی بنا پر کافر قرار نہیں دیتے' جیسے زنا' چوری یا شراب کا پینا۔ یہ تو خوارج کا مذہب ہے جو انہیں کافر سمجھتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جو شخص زنا' چوری اور ان جیسے دوسرے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے' ان کا کرنا حلال سمجھتا ہے' ان کی حرمت کا قائل نہیں ہے تو وہ پھر کافر ہے۔''(۶)

(۷) امام ابن بطۃ العکبریؒ (ف۳۸۷ھ) کہتے ہیں:

''علماء کا اس بات پر اجماع ہے' بلکہ اس بات میں ان کا کوئی اختلاف نہیں کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو گناہ کی بنا پر کافر نہیں قرار دیا جائے گا اور نہ ہی کسی نافرمانی کی بنا پر اسے اسلام سے خارج کیا جائے گا۔ احسان کرنے والے کے لیے ہم پُرامید ہیں اور بدی کرنے والے کے انجام سے ڈرتے ہیں۔''(۷)

(۸) امام بغویؒ (ف۵۱۰ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

''اہلِ سُنّت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک مؤمن گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس کے جائز ہونے کا قائل نہ ہو۔ ایسے کسی عمل کے کرنے کے بعد اگر وہ بغیر توبہ کے مرجائے تو وہ آگ میں ہمیشہ ہمیشہ نہیں رہے گا (جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا) بلکہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے' چاہے تو اسے معاف کر دے اور چاہے تو اس کے گناہ کے مطابق اسے سزا دے اور پھر اپنی رحمت سے اسے جنت میں داخل کر دے۔''(۸)

(۹) علامہ ابن الجوزیؒ (ف۵۹۷ھ) سورۃ المائدۃ کی آیت ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴿٤٤﴾﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہاں کفر سے مراد دو باتیں نقل کی گئی ہیں:

پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ کا انکار مراد ہے۔

دوسری یہ کہ حکم بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کا انکار کرنا۔ یہ وہ کفر ہے جو ملت سے خارج نہیں کرتا۔

اور فیصلہ کن بات یہی ہے کہ جس نے بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے مطابق فیصلہ دینے سے اس اعتقاد کے ساتھ انکار کیا کہ وہ اسے اللہ کا حکم نہیں مانتا' یہ جانتے بوجھتے کہ اللہ ہی نے اسے نازل کیا ہے' تو وہ یہودیوں کی مانند کافر ہے' اور جو شخص انکار تو نہیں کرتا لیکن بربنائے خواہش اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو وہ ظالم اور فاسق ہے۔ علی بن ابی طلحہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ کا انکار کیا تو وہ کافر ہے‘ لیکن جو اس کا اقرار کرتا ہے لیکن فیصلہ اس کے مطابق نہیں کرتا تو وہ فاسق اور ظالم ہے۔‘‘(۹)

(۱۰) امام ابن القیمؒ (ف ۷۵۱ھ) تکفیر کی وضاحت میں مذکورہ دونوں اقوال کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

’’فصل: دونوں فریق کے مابین فیصلہ اور دونوں گروہوں کے مابین فیصلہ کن خطاب:
اس مسئلہ میں صحیح بات جاننے کے لیے ایمان اور کفر کی حقیقت جاننا ہوگی جس کے بعد ہی نفی یا اثبات کا حکم لگایا جاسکتا ہے ....
اور جہاں تک مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ کو چھوڑ کر فیصلہ دینا ہے یا نماز کا چھوڑنا ہے تو وہ کفر عملی میں قطعی طور پر آتا ہے۔ اور جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس پر کفر کا اطلاق کیا ہے تو اس سے کفر کی نفی نہیں کی جاسکتی‘ تو مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ کے بغیر فیصلہ دینے والا کافر ہے اور نص رسول کے مطابق تارک الصلاۃ بھی کافر ہے‘ لیکن یہ اعتقاد کا نہیں بلکہ عمل کے اعتبار سے کفر ہے۔‘‘(۱۰)

(۱۱) امام ابن ابی العز الحنفیؒ (ف ۷۹۲ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

’’تمام اہلِ سُنّت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ایک مسلمان کو ملت سے خارج نہیں کرتا ہے جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے‘ کیونکہ اگر وہ ملّت سے خارج کرنے والے کفر کا مرتکب ہوتا تو بربنائے ارتداد قتل کا مستحق ہوتا‘ اور ایسی صورت میں ولی (قصاص) کی طرف سے معافی بھی قبول نہ کی جاتی اور نہ ہی زنا‘ سرقہ اور شراب پینے میں حد جاری کی جاتی۔ یہ ایسا قول ہے کہ دین اسلام میں اس کا فاسد ہونا بدیہی طور پر معلوم ہے۔ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ یہ اعمال اسے ایمان اور اسلام سے خارج نہیں کرتے‘ نہ ہی وہ ان کی بنا پر کفر میں داخل ہوتا ہے اور نہ ہی کافروں کے ساتھ آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا مستحق قرار دیا جائے گا۔‘‘(۱۱)

حواشی

(۱) کتاب الایمان‘ شیخ البانی کی تحقیق کے ساتھ‘ ص ۴۰۔

(۲) عقیدة احمد بن حنبل بروایت ابوبکر الخلال‘ ص ۶۱۔ اس کا ذکر **مُسَدّد بن مُسَرْهَد** کے ضمن میں ابن رجب کی "طبقات الحنابلہ" (۱:۳۴۳) میں آیا ہے۔

(۳) صحیح البخاری‘ کتاب الایمان‘ باب: المعاصی من أمر الجاهلیة۔

(۴) تعظیم قدر الصلاۃ ۲:۵۲۰۔
ابن تیمیہؒ المروزی کے بارے میں کہتے ہیں: محمد بن نصر المروزی‘ مشہور امام ہیں‘ اپنے زمانے میں اجماع اور اختلاف کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں یا سب سے زیادہ علم رکھنے والوں میں ہیں۔‘‘ (الفتاوی ۴:۲۱۶)

(۵) العقیدۃ الطحاویہ: ابن ابی العز کی شرح کے ساتھ‘ ص ۱۷۹۔

(۶) الابانة من اصول الدیانة: امام ابوالحسن الأشعری‘ باب: فی ابانة قول اهل الحق والسنة۔

(۷) الشرح والابانة علی اصول السنة والدیانة‘ جسے "الابانة الصغری" (ص۲۹۲) کا نام دیا گیا ہے۔

(۸) شرح السنة‘ ۱:۱۰۳۔

(۹) زاد المسیر‘ ۲:۳۶۶۔

(۱۰) الصلاۃ‘ ص ۵۵۔۵۷

(۱۱) شرح العقیدة الطحاویة‘ ص ۴۴۲ بتحقیق شعیب ارناؤط۔

ضابطہ نمبر ۲۵:

شہادتِ کلمۂ طیّبہ اور نماز
خون‘ عزت اور مال کے لیے بچاؤ ہیں

ضابطہ نمبر ۱۱ میں ایک مسلمان کی عزت کی حرمت بیان ہو چکی ہے۔ یہاں ہم ایک دوسرا ضابطہ بیان کریں گے‘ اور وہ ہے ’’مسلمان کے خون اور مال کی حرمت‘‘۔ ایسی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں ایک مسلمان کے خون اور مال کے حرام ہونے کی تاکید کی گئی ہے۔ پھر ان میں تھوڑا سا تنوع واقع ہوا ہے‘ کچھ اس حرمت کو شہادتِ اسلام کے ساتھ مقید کرتی ہیں اور ایسی احادیث کی تعداد زیادہ ہے‘ اور کچھ نماز کا اور کچھ زکاۃ کا بھی اضافہ کرتی ہیں۔ لیکن جن روایات میں صرف شہادت کا ذکر ہے وہ بہت سارے مواقع پر نقل کی گئی ہیں جس کی بنا پر انہیں ترجیح حاصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے پھر ان تین باتوں کا ذکر کیا ہے کہ جن کی بنا پر ایک مسلمان کا خون حلال ہو جاتا ہے‘ یعنی قتل ناحق‘ شادی شدہ شخص کا زنا کرنا‘ یا دین کو

چھوڑنا اور جماعت سے علیحدگی اختیار کرنا۔ ان تین امور کے علاوہ کسی کے خون یا مال کے حلال ہونے کی اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ یہاں ہم چند ایسی روایات بطور نمونہ عرض کرتے ہیں:

(ا) وہ روایات جن میں صرف شہادت کا ذکر ہے:

(۱) حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے حضرت ابوبکر الصدیق ؓ سے کہا جب کہ وہ مرتدین اور زکاۃ روکنے والوں سے جنگ کرنا چاہتے تھے: ''آپ ان سے کیسے قتال کریں گے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرما دیا ہے: ''مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ لا اِلٰہ الا اللہ کا اقرار کریں' اگر وہ لا اِلٰہ الا اللہ کہہ دیں تو وہ اپنے خون اور مال میرے ہاتھ سے محفوظ رکھ پائیں گے اِلا یہ کہ ان میں (کسی کا) کوئی حق ثابت ہوتا ہو۔''(۱)

(۲) حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ قتال کروں یہاں تک کہ وہ 'لا اِلٰہ الا اللہ' کہیں' پھر اگر وہ لا اِلٰہ الا اللہ کہہ دیں تو وہ اپنے خون اور مال میرے ہاتھ سے محفوظ رکھ پائیں گے سوائے اس کے کہ ان میں (کسی کا) کوئی حق پایا جائے اور پھر ان کا محاسبہ اللہ کرے گا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢﴾ (الغاشیۃ) ''آپ تو یقیناً نصیحت کرنے والے ہیں' ان پر نگران نہیں ہیں۔''(۲)

ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔(۳)

شیخ البانی نے ترمذی کی اس روایت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ صحیح اور متواتر ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا اِلٰہ الّا اللہ کی گواہی دیں' میرے اوپر اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنے خون اور مال کو محفوظ پائیں گے اِلّا یہ کہ ان میں (کسی کا) کوئی حق پایا جائے اور پھر اللہ ان کا محاسبہ کرے گا۔''(۴)

(۴) اسامہ بن زید ؓ راوی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں الحرقہ کی طرف بھیجا۔ ہم صبح کے وقت ان پر حملہ آور ہوئے اور انہیں شکست دی۔ میں اور ایک انصاری ایک آدمی کا پیچھا کرتے ہوئے اس کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب ہم نے اسے پکڑ لیا تو اُس نے

کہا: لا اِلٰہ اِلّا اللہ۔ تو انصاری نے تو اپنا ہاتھ روک لیا لیکن میں نے نیزے سے اس پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ جب ہم واپس لوٹے اور نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: ''اسامہ! کیا تم نے اسے 'لا اِلٰہ اِلّا اللہ' کہنے کے بعد بھی مار ڈالا؟'' میں نے کہا: ''وہ جان بچانے کے لیے ایسا کر رہا تھا!'' لیکن اللہ کے رسول ﷺ بار بار یہی بات کہتے رہے' یہاں تک کہ میں تمنا کرنے لگا کہ اے کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔''(۵)

(۵) حضرت انس بن مالک ؓ کی روایت ہے' وہ کہتے ہیں کہ محمود بن الربیع نے مجھ سے اور انہوں نے عتبان بن مالک سے روایت کی۔ وہ کہتے ہیں:

''میں مدینہ آیا اور عتبان سے ملا اور کہا: وہ کیا حدیث ہے جو آپ کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے۔ انہوں نے کہا: میری بینائی کچھ جاتی رہی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھجوایا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور وہاں نماز پڑھیں' تو پھر میں اسے مصلّٰی قرار دے دوں۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ چند صحابہ کے ساتھ تشریف لائے کہ جنہیں اللہ نے چاہا کہ وہ آئیں۔ آپؐ میرے گھر آئے' نماز پڑھی اور آپؐ کے صحابہ پھر گفتگو کرنے لگے اور (جن لوگوں کے بارے میں بات کر رہے تھے) زیادہ تر ان کی نسبت مالک بن دُخشم کی طرف کی۔''(۶) وہ کہنے لگے: ان کی خواہش ہے کہ آپ ﷺ انہیں بددعا دیں تو وہ ہلاک ہو جائے' اور ان کی خواہش ہے کہ اسے تکلیف پہنچے۔ نبی ﷺ نے جب نماز ختم کی تو کہا: ''کیا وہ اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں وہ یہ کہتا تو ہے لیکن دل سے نہیں کہتا''۔ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو کوئی بھی لا الٰہ الّا اللہ اور محمدٌ رسول اللہ کی گواہی دے گا تو وہ آگ میں نہیں جائے گا یا آگ اسے مس نہ کرے گی''۔ انسؓ کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث اچھی لگی اور میں نے اپنے بیٹے سے کہا: اسے لکھ لو' تو اس نے اسے لکھ لیا۔''(۷)

(۶) عبید اللہ بن عدی بن الخیار ؓ کہتے ہیں:

''ایک دفعہ جب کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے تو ایک آدمی آیا اور آپؐ سے سرگوشی کرنے لگا۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس نے کیا سرگوشی کی تھی' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز بلند ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے ایک منافق آدمی کے قتل کی اجازت مانگ رہا تھا۔ نبی ﷺ نے جب آواز بلند کی تو یہ سنائی

دیا: ”کیا وہ لا الٰہ الاّ اللہ اور محمدؐ رسول اللہ کی گواہی نہیں دیتا؟“ تو اس آدمی نے کہا: ہاں! لیکن اس کی گواہی کا اعتبار نہیں۔ آپؐ نے کہا: ”کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟“ اس نے جواب دیا: ہاں! لیکن اس کی نماز، نماز نہیں۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے مجھے ان سے روکا ہے۔“(۸)

(ب) وہ روایات جن میں شہادت اور نماز دونوں کا ذکر ہے:

(۱) حضرت ابوسعید الخدری ؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے اللہ کے رسول ﷺ کو یمن سے ایک کھال میں کچھ سونا بھیجا کہ جس سے ابھی اس کی مٹی بھی نہ جھڑی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے ان چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا: عیینہ بن حصن، الاقرع بن حابس، زید الخیل، چوتھے یا تو علقمہ بن عُلاثہ تھے یا عامر بن الطفیل تھے۔ تو آپؐ کے صحابہؓ میں سے کسی نے کہا: ہم ان لوگوں کے مقابلے میں اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ یہ بات نبی مکرم ﷺ تک پہنچی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے حالانکہ میں اس کی طرف سے امین بنایا گیا ہوں، جو آسمانوں میں ہے، وہ جو صبح اور شام آسمان کی خبریں بھیجتا ہے؟“ راوی کہتا ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا، جس کی آنکھیں اندر کی طرف دھنسی ہوئی تھیں، رخسار باہر نکلے ہوئے تھے، پیشانی ابھری ہوئی تھی، گھنی داڑھی تھی، سر منڈا ہوا تھا، تہبند اونچا تھا، اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! اللہ سے ڈرو! تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تیرا ستیاناس ہو! کیا میں زمین والوں میں سے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا نہیں ہوں؟“ پھر وہ آدمی پلٹ کر چلا گیا تو خالد بن الولید ؓ نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا میں اس کی گردن نہ مار دوں؟ تو آپ ﷺ نے کہا: ”نہیں! ہوسکتا ہے یہ آدمی نماز پڑھتا ہو“۔ تو خالد بن الولیدؓ نے کہا: کتنے ہی ایسے نمازی ہیں جو وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتا۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مجھے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کو ٹٹولوں یا ان کے پیٹ پھاڑ کر دیکھوں!“ پھر اس آدمی کی طرف دیکھ کر کہا کہ جو پیٹھ پھیر کر جا رہا تھا: ”اس آدمی کی نسل سے ایسے لوگ نکلیں گے جن کی زبانیں اللہ کے کلام سے تر ہوں گی لیکن اللہ کا کلام ان کے حلق سے آگے نہیں جا سکے گا۔ یہ لوگ دین سے اس طرح خارج ہوں گے جیسے تیر اپنے نشانے کو پھاڑتا ہوا نکل جاتا ہے“۔ راوی کہتا ہے: اور شاید آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”اگر میں ان لوگوں کو پالوں تو انہیں قومِ ثمود کی طرح فنا کر دوں۔“(۹)

(۲) حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الاّ اللہ کہیں۔ پھر اگر وہ (یہ کلمہ) کہہ ڈالیں اور ہماری طرح نماز پڑھیں، ہمارے قبلے کی طرف رخ کریں اور ہماری طرح جانور ذبح کریں تو پھر ان کے خون اور مال ہمارے اوپر حرام ہیں، الا یہ کہ ان میں (کسی کا) حق ثابت ہو اور پھر اللہ ان کا محاسبہ کرے گا۔“(۱۰)

(ج) وہ روایات جن میں زکوٰۃ کے ذکر کا اضافہ ہے:

(۱) حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الاّ اللہ اور محمدؐ رسول اللہ کی گواہی دیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو پھر وہ اپنے خون اور مال مجھ سے محفوظ سمجھیں، سوائے اس کے کہ بطور اسلام ان میں کوئی حق ثابت ہو اور پھر ان کا حساب و کتاب اللہ کے ذمے ہوگا۔“(۱۱)

اس حدیث میں نماز اور زکوٰۃ کا اضافہ علماء کے لیے اشکال کا باعث ہوا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر ابن عمر کے پاس یہ حدیث ہوتی تو وہ اپنے باپ کو حضرت ابوبکرؓ سے زکاۃ روکنے والوں سے لڑائی کے ضمن میں جھگڑا نہ کرنے دیتے اور اس وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ شاید راوی کو وہم ہوا ہے، اور اللہ بہتر جانتے ہیں۔

ابن عبدالبر اس حدیث کے بارے میں جس میں ذکر ہوا کہ ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ منافق کو قتل کرنے کے بارے میں سرگوشی کی، کہتے ہیں:

”اس روایت میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس نے لا الٰہ الاّ اللہ اور محمدؐ رسول اللہ کی گواہی دے دی اور نماز بھی پڑھی تو اسے قتل کرنا جائز نہیں الا یہ کہ وہ دین سے مرتد ہو جائے، یا شادی شدہ ہوتے ہوئے زنا کرے یا زمین میں فساد برپا کرے، راہزن ہو اور لوگوں سے ان کا مال ہتھیانے کے لیے لڑائی کرے یا اسی طرح کا کوئی اور عمل کرے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر نماز پڑھنے والے کا قتل جائز نہیں تو پھر نماز نہ پڑھنے والے کا قتل جائز ہوا۔“

اور رسول اللہ ﷺ کا یہ کہنا کہ ”ان لوگوں کے قتل کرنے سے اللہ نے مجھے روکا ہے“ ان لوگوں کے قول کی تردید ہے جنہوں نے یہ کہا: ”ہاں، لیکن اس کی نماز، نماز نہیں! ہاں، لیکن اس کی شہادت مقبول نہیں!“ کیونکہ اللہ کے رسول نے اس کی نماز اور

اس کی شہادت دونوں کا اقرار کیا اور پھر یہ بتایا کہ جو آدمی ان دو باتوں کا حامل ہو تو اس کا قتل جائز نہیں‘ اور یہ کہ ایسا آدمی صرف ظاہری طور پر شہادت کا اقرار کرنے اور نماز پڑھنے کا مکلف ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کا حساب کتاب کریں گے۔ اگر وہ واقعی دل سے ایمان لایا ہے‘ اللہ کی خوشنودی چاہتا ہے تو جنت میں داخل ہوگا‘ لیکن اگر وہ اپنے ایمان میں دھوکہ دہی کا مرتکب ہوا ہے تو وہ منافق ہے‘ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوگا‘ لیکن پھر بھی اسے قتل کرنا ناجائز ہے‘ کیونکہ وہ بظاہر شہادت کا اقرار کر رہا ہے۔“(۱۲)

ابن عبدالبرؒ اس شخص کے بارے میں جو نماز نہیں پڑھتا ہے‘ کہتے ہیں:

”اگر اُسے قتل بھی کیا جائے تو اس کے وارثوں کو اس کے ترکہ سے محروم نہیں کیا جائے گا‘ کیونکہ اگر وہ محمد ﷺ کی ان تعلیمات کا اقرار کرتا ہے جو توحید‘ شریعت اور دین اسلام سے متعلق ہیں‘ نماز روزے کی فرضیت کا بھی اقرار کرتا ہے لیکن انہیں ادا کرنے سے کتراتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ پر‘ اس کے فرشتوں‘ کتابوں‘ رسولوں اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر بھی یقین رکھتا ہے تو اس کا قتل کفر کی بنا پر نہیں ہے۔“(۱۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ارشاد فرماتے ہیں:

”اللہ کے دین کی ضروریات میں سے ہے اور اس پر تمام امت کا بھی اتفاق ہے کہ اسلام کی بنیاد کہ جس کا حکم تمام مخلوق کو دیا گیا ہے وہ شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے‘ اور اسی شہادت کی بنا پر ایک کافر مسلمان اور ایک دشمن دوست بن جاتا ہے اور جس شخص کا خون اور مال مباح ہے وہ اس کلمہ کی بنا پر اپنے خون اور مال کو محفوظ کر لیتا ہے۔“(۱۴)

ابن الصلاحؒ کہتے ہیں:

”دونوں شہادتوں کی ادائیگی کے بعد ایسے شخص پر بظاہر اسلام کا حکم لگایا جائے گا۔“(۱۵)

ایسے بڑے بڑے واقعات ہوئے ہیں کہ کچھ لوگ جنہوں نے دونوں شہادتیں دیں‘ مسلمانوں کے ساتھ نماز بھی پڑھی لیکن وہ منافقوں میں سے تھے تو نبی ﷺ نے ان کے خون یا مال کو حلال نہیں قرار دیا‘ حالانکہ ان میں سے کئی لوگوں کی منافقت کے بارے میں اور ان کی بڑی بڑی جسارتوں کے بارے میں آپ ﷺ کو پورا علم تھا‘ اور اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ شہادت کی ادائیگی کتنا عظیم کام ہے کہ جس کی بنا پر ایک شخص کا خون اور مال محفوظ ہو جاتا ہے اِلا یہ کہ وہ ان تین اعمال میں سے کسی ایک عمل کا مرتکب ہو کہ جس سے ایک شخص کا خون یا مال

حلال ہو جاتا ہے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) منافقین نے نبی محترم ﷺ کا مذاق اڑایا‘ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآن کی وہ آیات نازل کیں جو انہیں کافر قرار دیتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود نبی ﷺ نے انہیں واجب القتل قرار نہیں دیا اور اس کا سبب شاید ان کا شہادت کی ادائیگی تھا‘ جیسا کہ عرض کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶۵ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۶۶﴾ (التوبۃ)

”اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے تو وہ کہیں گے: ہم تو صرف ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ کہہ دیجیے کہ اللہ‘ اس کی آیات اور اس کا رسولؐ ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں؟ تم بہانے نہ بناؤ‘ یقیناً تم نے اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے‘ اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں کو معاف بھی کر دیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی پاداش میں سخت عذاب بھی دیں گے۔“

(۲) سردارِ منافقین عبداللہ بن اُبی کا وہ قول جو اللہ عزوجل نے قرآن میں نقل کیا ہے:

﴿يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸﴾ (المنافقون)

”یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ پلٹ کر آئے تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا‘ حالانکہ عزت تو صرف اللہ‘ اس کے رسولؐ اور مؤمنوں کے لیے ہے‘ لیکن منافقین اس بات کو نہیں جانتے۔“

یہ کتنے بڑے کفر کی بات تھی جو اُس نے کہی اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایک آدمی جب تک دین سے خارج ہونے کا اعلان نہ کرے تو اُس کا خون حلال نہیں ہے۔ اسے سزا دی جاسکتی ہے‘ جیل میں بند کیا جاسکتا ہے‘ لیکن ان قطعی نصوص کی روشنی میں اسے قتل نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) جیسا کہ پہلے اُس شخص کے بارے میں ذکر ہو چکا ہے جس نے نبی ﷺ سے کہا تھا: اِتَّقِ اللّٰہَ (اللہ سے ڈرو) بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! انصاف کرو‘ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم برباد ہو‘ اگر میں انصاف نہ کروں تو کون

انصاف کرے گا؟‘‘ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن مار دوں! تو ارشاد فرمایا:

’’رہنے دو! اس کے ایسے ساتھی ہوں گے کہ ایک شخص ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نماز کو اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزے کو حقیر سمجھے گا۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے آگے نہیں اترے گا‘ دین میں سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر اپنے نشانے کو پھاڑتے ہوئے نکلتا ہے‘ وہ اس کے پھل کی طرف دیکھے گا تو وہاں کچھ نہ ہوگا‘ سرے کو دیکھے گا وہاں کچھ نہ ہوگا‘ اس کے پچھلے حصے کو دیکھے گا وہاں کچھ نہ ہوگا‘ اس کے پیروں کو دیکھے گا تو وہاں کچھ نہ ہوگا‘ گویا خون اور غلاظت سے بچتا بچاتا نکل گیا ہے۔‘‘(۱۶)

کیا یہ کھلم کھلا ارتداد نہیں ہے؟ لیکن اس شخص نے دین چھوڑنے کا اعلان نہیں کیا‘ بلکہ ایسی بات کہی کہ جس سے وہ اپنے تئیں دین کی نصرت کر رہا تھا‘ وہ اپنے زعم کے مطابق اس شخص سے انصاف کرنے کا مطالبہ کر رہا تھا کہ جسے انصاف قائم کرنے کے لیے ہی بھیجا گیا تھا۔ کوئی شک نہیں کہ جو کچھ اس نے کہا وہ گمراہی تھی‘ لیکن چونکہ وہ مسلمان ہو چکا تھا اس لیے اس نے اپنے خون کو محفوظ کر لیا تھا۔

یہاں اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ جس نے دونوں شہادتیں ادا کر دیں اور دین سے خروج کا اعلان نہیں کیا‘ نہ ہی کسی ایسے شخص کو قتل کیا جس کا قتل کرنا حرام تھا‘ نہ ہی شادی شدہ ہوتے ہوئے زنا کا ارتکاب کیا تو وہ معصوم الدم ہے (یعنی اس کا خون نہیں بہایا جا سکتا)۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عذاب کے مستحق نہیں ہوں گے‘ کیونکہ منافقین کے خون بھی حلال نہیں‘ لیکن وہ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

اس تفصیل کے بعد کیا ایک مسلمان کے لیے دوسرے گنہگار مسلمان یا مبنی بر خطاء تاویل کرنے والے کا خون بہانا جائز ہوگا؟

حواشی

(۱) صحیح البخاری‘ حدیث نمبر ۲۸۔

(۲) صحیح مسلم‘ حدیث نمبر ۱۳۷۔

(۳) سنن الترمذی‘ حدیث نمبر ۳۳۴۱۔

(٤) صحیح مسلم‘ حدیث نمبر ٤١٣۔

(٥) صحیح البخاری‘ حدیث نمبر ٤٢٦٩۔ صحیح مسلم‘ حدیث نمبر ٢٨٨۔

(٦) امام نوویؒ کہتے ہیں: حدیث کے ان الفاظ ’’اسندوا اعظم ذلك و كبره‘‘ کا مطلب ہے کہ انہوں نے منافقین کے بارے میں بات کی‘ ان کے قبیح افعال کا اور ان کے کرتوتوں کا ذکر کیا‘ اور ان کی اکثر باتوں کا منبع مالک بن دُخشم کو قرار دیا۔ (شرح مسلم ۱:۲۴۳)

(٧) صحیح مسلم‘ حدیث نمبر ١٥٨۔

(٨) مؤطا امام مالك‘ حدیث نمبر ٤١٣۔

(٩) صحیح البخاری‘ حدیث نمبر ٤٣٥١۔ صحیح مسلم‘ حدیث نمبر ٢٥٠٠۔

(١٠) ایضاً‘ حدیث نمبر ٣٩١۔

(١١) ایضاً‘ حدیث نمبر ٢٥۔ صحیح مسلم‘ حدیث نمبر ١٣٨۔

(١٢) الاستذكار‘ ٢:٢٨٤۔

(١٣) ایضاً‘ ٢:١١٦۔

(١٤) یہ بات شیخ سلیمان بن عبداللہ نے اپنی کتاب تیسير العزيز الحميد (١:١٤٨) میں نقل کی ہے‘ مجھے ابن تیمیہ کی تحریرات میں اس تک رسائی نہیں ہوئی۔

(١٥) صيانة مسلم‘ ١:١٣٤۔

(١٦) صحیح مسلم‘ حدیث نمبر ٢٥٠٥۔

ایک مسلمان سے دین کے تین اہم تقاضے

مُطالباتِ دین

• عبادتِ رب • فریضہ شہادت علی الناس

• فریضہ اقامتِ دین

ڈاکٹر اسرار احمد

صفحات: 120 قیمت: 90 روپے

امریکہ افغان امن مذاکرات: ایک تجزیاتی مطالعہ

محمد عمران خان (کراچی)☆

افغانستان وہ خطہ ارضی ہے جو گزشتہ کئی دہائیوں سے عالمی اور علاقائی تنازعات کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ ان تنازعات کا ایک اہم موڑ وہ تھا جب کمیونسٹ روس نے ۲۵ دسمبر ۱۹۷۹ء کو استعمارانہ مفادات کے حصول وتحفّظ کے لیے افغانستان میں اپنی فوجیں اتار دیں۔ پھر اگلے دس سال یعنی ۱۵ فروری ۱۹۸۹ء تک یہ علاقہ اشترا کی جارحیت اور اجتماعی افغان ردعمل میں جنگ و جدل کا میدان بنا رہا۔ ایک لاکھ روسی فوجی اس ناکام مہم جوئی کا حصہ رہے۔ اس جنگ میں تقریباً ۱۵ لاکھ افغان شہری اور ۱۵ ہزار سوویت ریڈ آرمی اہلکار ہلاک ہوئے۔ سوشلسٹ انخلاء کے بعد یہاں سرمایہ دار امریکی مفادات کے کھیل کا آغاز ہوا اور یہ خطہ کوہستانی مختلف مقامی گروہوں کے باہمی تنازعات کے باعث عدم استحکام اور خانہ جنگی کا شکار ہو گیا۔ یہاں تک کہ امریکہ نے ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے نیویارک ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی کا الزام عرب نژاد افغان پناہ گزین اسامہ بن لادن کی تنظیم القاعدہ پر لگا کر ۷/اکتوبر ۲۰۰۱ء کو افغانستان پر اپنے فضائی حملوں کا آغاز کر دیا جسے (Operation Enduring Freedom OEF) یا ''آپریشن برائے استحکامِ آزادی'' کا نام دیا گیا۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ آزادی یا آزاد خیالی (Liberalism) مغربی ایقانیات کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے' جس کی ہر قیمت پر حفاظت ان کی اولین ترجیح رہی ہے۔ دیگر بنیادی اقدار میں ''سرمایہ کی مسلسل و بے قید بڑھوتری'' (Capitalism) اور ''لبرل جمہوریت'' (Liberal Democracy) ہیں۔ پڑوسی ''پرو افغان'' ملک پاکستان کو بھی امریکی دھمکیوں نے اس ''اینٹی طالبان اتحاد'' کا حصہ بننے پر مجبور کر دیا۔ ان بیرونی حملہ آوروں نے دسمبر ۲۰۰۱ء میں طالبان کی اسلامی حکومت کے بالمقابل افغانستان میں امریکی نواز حامد کرزئی کی متوازی حکومت کھڑی کر دی۔ اس ریسرچ آرٹیکل میں افغان مفاہمتی پیش رفت کے حوالے سے عالمی منظرنامہ میں افغانستان کے ممکنہ مستقبل اور خدشات کا اجمالی جائزہ لیا جا رہا ہے۔

نائن الیون سے قبل کا افغانستان اور امریکی جارحیت

افغانستان پر سوویت روس کے حملوں اور داخلی طوائف الملوکی نے مختلف الخیال مذہبی' قومیتی

☆ imrann2010@gmail.com

(اس مضمون کے مندرجات سے تنظیم اسلامی یا ادارہ میثاق کا مکمل اتفاقِ رائے ضروری نہیں!)

اور لسانی گروہوں کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ اپنی قوت کو مجتمع کر کے اپنی اپنی سیاسی و عسکری پوزیشن مستحکم کرنے کی کوشش کریں۔ نتیجتاً ملک شدید خانہ جنگی اور لاقانونیت کا شکار ہو گیا۔ یہ ناگفتہ بہ حالات افغان عالمِ دین مُلّا محمد عمر (م ۲۰۱۳ء) اور ان کے ۵۰ ہم خیال طلبہ کے لیے بہت تکلیف دہ تھے۔ مُلّا محمد عمر کا تعلق افغانستان کے شہر قندھار سے تھا' بعد ازاں انہوں نے جامعہ علوم الاسلامیہ (بنوری ٹاؤن) کراچی میں بھی تعلیم حاصل کی۔ دورانِ قیامِ پاکستان انہوں نے کراچی کی ایک مسجد میں امامت اور کوئٹہ میں معلّمی کے فرائض بھی انجام دیے۔ مُلّا محمد عمر نے بتدریج اپنے ساتھیوں جنہیں ''طالبان'' کہا جانے لگا تھا' کی مدد سے ۱۹۹۴ء سے کئی افغان علاقوں پر اپنا اثر ورسوخ قائم کرتے ہوئے ۱۹۹۶ء تک افغانستان کے اہم شہر کابل پر قبضہ کیا اور پھر بتدریج افغانستان کے تقریباً پچانوے فی صد علاقے پر اسلامی امارت افغانستان (Islamic Emirate of Afghanistan) کی بنیاد ڈال دی۔

طالبان کے اس پانچ سالہ دورِ اقتدار میں افغانستان میں بحیثیتِ مجموعی امن و امان قائم رہا اور انصاف کی بروقت فراہمی مثالی رہی۔ ان کے زیر کنٹرول علاقوں میں شاہراہوں کو محفوظ بنا دیا گیا۔ تمام غیر قانونی ٹیکس اور چونگیاں ختم کر دی گئیں۔ چادر اور چار دیواری کے تقدس کو یقینی اور محفوظ بنانے کے لیے اسلامی سزاؤں کو نافذ کیا گیا۔ اسی دوران معروف برطانوی صحافی خاتون یوون ریڈلے (۱۹۵۹ء) نے طالبان کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام کا مطالعہ کیا اور پھر ۲۰۰۳ء میں کیتھولک عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا۔ ملا محمد عمر کے حکم سے پوست (pyppy) کی کاشت کے لیے بدنام افغانستان میں اس کی پیداوار ۹۷ فیصد سے ۲ فیصد پر آ گئی۔ جبکہ اس کے برعکس ۸۰ سے ۹۰ کی دہائی میں افغانستان میں امریکی خفیہ ایجنسی CIA کے ایماء پر افیون کی کاشت بڑے پیمانے پر کی جاتی رہی تھی۔ سی آئی اے کے ٹرک اور خچر افیون کو لیبارٹریز تک پہنچاتے رہے' جہاں اسے افیون سے ہیروئن کی شکل دے کر اسمگل کیا جاتا تھا۔ اس ہیروئن کی نصف مقدار امریکہ میں اور تین چوتھائی مغربی یورپ میں کھپائی جاتی رہی۔ منشیات اسمگلنگ کے کرتا دھرتا CIA افسران عالمی وملکی قوانین کے خلاف یہ انسانیت سوز دھندہ جاری رکھے ہوئے تھے۔

یہاں یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ مسیحیت میں ناجائز ذرائع سے اعلیٰ روحانی مقاصد کا حصول جائز سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی مسیحی عالم جوا کھیل کر اس کی کمائی چرچ میں جمع کروا دے تو یہ اخلاقاً بھی قابل قبول تصور کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رابن ہڈ جیسا انگلش لٹریچر کا فلمی کردار' مغربی و عیسائی دنیا میں رول ماڈل رہا ہے' جو اشرافیہ ومقتدر حلقوں سے دھن دولت چھین کر غریبوں کی مدد کر دیا کرتا تھا۔ ۱۹۹۳ء میں ڈی ای اے کے ایک افسر نے افغانستان کو ''منشیات کی دنیا کا نیا کولمبیا'' قرار دیا تھا (Rogue State by William Blum)۔ کینیڈین ماہر معاشیات پروفیسر مائیکل چوسودوو سکی

کے بقول یہ ’’ملٹی بلین ڈالراوپیم ٹریڈ مستقبل میں بھی جاری رہے گا‘ کیونکہ یہ امریکہ اور نیٹو کی سرپرستی میں جاری ہے‘‘۔ان عالمی طاقتوں بشمول بھارت اور ایران نے افغانستان میں طالبان حکومت کے خلاف برسرپیکار ایک نسبتاً غیر معروف اور چھوٹے گروہ شمالی اتحاد (Northern Alliance) کو مالی‘ فوجی اور سفارتی امداد فراہم کر کے منظّم و مضبوط کیا۔شمالی اتحاد کے نمایاں لیڈر احمد شاہ مسعود (۱۹۵۳ء۔۲۰۰۱ء) اور عبدالرشید دوستم (۱۹۵۴ء) تھے۔یاد رہے! عبدالرشید موجودہ اشرف غنی گورنمنٹ کے نائب صدر بھی ہیں۔شمالی اتحاد میں تاجک عنصر نمایاں تھا‘ جو ایرانی النّسل اور فارسی اللسان تھے‘ جن کی ایک بڑی تعداد اثنا عشری شیعہ پر بھی مشتمل ہے۔

افغانستان پر ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے امریکی حملوں کے قریباً بارہ سال بعد طالبان نے ۲۰۱۳ء میں قطر (دوحہ) میں اپنا دفتر برائے مفاہمت فریقین قائم کیا‘ لیکن ان کے مابین باضابطہ مذاکرات کئی سال تک التواء کا شکار رہے۔دسمبر ۲۰۱۸ء میں امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے باضابطہ طور پر وزیراعظم پاکستان (عمران خان) کو خط لکھ کر طالبان کو مذاکرات پر راضی کرنے کے لیے مدد مانگی۔ایف آئی اے کے سابقہ ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل (۹۶۔۱۹۹۳ء) سینیٹر رحمان ملک کے بقول جنرل قمر جاوید باجوہ نے اس امن مذاکراتی عمل کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔یہ خبر بھی بہت معنی خیز ہے کہ پاکستان نے طالبان کو ان امن مذاکرات میں شامل ہونے پر اس قدر زور دیا کہ بعض طالبان لیڈران پر ان کے عزیزوں کی جانب سے دباؤ بھی ڈلوایا گیا۔نیز اہم طالبان مذاکرات کار مُلّا غنی برادر کا ابتدائی امن مذاکراتی دور کے بعد اس مذاکراتی عمل میں شامل نہ ہونے کی خبر بھی اہم ہے۔پاکستانی دفاعی تجزیہ کار ریٹائرڈ بریگیڈیئر حامد سعید نے افغانستان میں پائے جانے والے اس تاثر کو رد کیا کہ ملا برادر کے مذاکرات میں شرکت نہ کرنے کے پیچھے پاکستان ہے۔وہ کہتے ہیں ان کی شرکت نہ کرنے کی ایک وجہ طالبان کے آپس میں اختلافات ہو سکتے ہیں (۲۳فروری ۲۰۱۹ء)۔ان اطلاعات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان امن مذاکرات یا اس کی ٹائمنگز سے تمام طالبان لیڈران متفق نہیں ہیں۔دوم یہ کہ مستقبل قریب یا بعید میں طالبان میں ممکنہ دھڑے بندیوں کے امکانات بھی موجود ہیں۔

۲۰۱۸ء کے اواخر میں طالبان اور امریکہ کے مابین چھ روزہ ’’دوحہ امن مذاکرات‘‘ کا پہلا دور جنوری ۲۰۱۹ء کے آخری عشرے میں خلیجی ریاست قطر میں منعقد ہوا۔گو یہ پیس ٹاکس کسی مشترکہ اعلامیہ کے بغیر ختم ہو گئے‘ تاہم ۲۵فروری کو ان مذاکرات کے دوسرے دور کے انعقاد پر اتفاق کیا گیا۔اس کے ساتھ ہی روس میں قائم افغان سوسائٹی کونسل کے تحت ’’دوروزہ ماسکو بات چیت‘‘ کا انعقاد بھی کیا گیا‘ جس میں متعدد خواتین‘ اہم سیاسی رہنما‘ صدارتی امیدوار‘ قانون ساز اور قبائلی عمائدین نے شرکت کی‘ جو افغانستان کی اشرف غنی حکومت کے نقاد ہیں۔ان میں سابق افغان صدر اور اپوزیشن لیڈر حامد

کرزئی (۲۰۱۴۔۲۰۰۱ء)‘ قومی سلامتی کے سابق مشیر حنیف اتمار جو اشرف غنی کے مقابلے میں جولائی کے صدارتی انتخاب میں امیدوار بھی ہیں‘ محمد محقّق‘ سابق گورنر محمد اسمٰعیل خان اور عطا محمد نور بھی شریک رہے۔افغان وفد کی قیادت سابق ڈپٹی منسٹر آف طالبان امارت‘ شیر عباس ستنکزئی نے کی۔طالبان ترجمان نے اجلاس کو امن عمل کے لیے ’’افغانوں کے مابین بات چیت کی طرف پہلا قدم‘‘ قرار دیا۔یاد رہے! حامد کرزئی اور ان کا خاندان افغانستان کی سیاست میں طویل عرصہ سے موجود ہیں۔ان کی فیملی جدیدیت پسند ظاہر شاہ کے خاندان (۷۳۔۱۹۳۳ء) کی پُرزور حمایتی رہی۔ طالبان مخالف احمد شاہ مسعود کے ساتھ بھی کرزئی کے قریبی تعلقات استوار رہے اور امریکہ کو یہ باور کروانے میں کہ طالبان اور القاعدہ کا آپس میں گٹھ جوڑ ہے‘ کرزئی امریکہ میں مقیم بھی رہے۔نیز انہوں نے اپنے تیرہ سالہ دورِ حکومت میں ’’طالبان۔حکومت مذاکرات‘‘ کی مخالفت کی اور پاکستان کو نظرانداز کرتے ہوئے بھارت سے انتہائی قریبی تعلقات استوار کیے۔

طالبان قائدین جہاں ایک طرف حکومت سے مذاکرات نہ کرنے پر زور دے رہے ہیں تو دوسری جانب سابق افغان صدر سے بات چیت میں بھی مصروف ہیں۔یاد رکھنے کی بات ہے کہ گورنمنٹ عارضی یا الیکٹورل ہوا کرتی ہے اور ریاست مستقل۔امریکہ نے افغانستان میں جہاں جدید ریاستی مشنری قائم کی ہے وہاں حکومتی وانتظامی ادارے بھی اسی کے ایماء پر قائم وسرگرم ہیں۔موجودہ افغان صدر اشرف غنی امریکی گورنمنٹ کی نمائندگی کر رہے ہیں تو سابق صدر حامد کرزئی امیریکن اسٹیبلشڈ ریاست کی۔اس تناظر میں طالبان کا اشرف غنی گورنمنٹ سے بات نہ کرنا محض علامتی یا عارضی معاملہ معلوم ہوتا ہے۔یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اسلام آباد میں ہونے والی ۱۸فروری کی بات چیت اقوامِ متحدہ اور امریکہ کی طالبان پر سفری پابندیوں کے باعث منعقد نہ ہو سکی۔جبکہ گزشتہ دنوں ہونے والی ماسکو کانفرنس (فروری ۲۰۱۹ء) کے لیے طالبان کو ویزے افغان گورنمنٹ نے ہی فراہم کیے تھے۔کیا اس سے یہ عندیہ ملتا ہے کہ امریکہ ان امن مذاکرات میں پاکستانی کردار کو محدود تر کرنا چاہتا ہے؟

حال ہی میں ڈچ صحافی بیٹی ڈم نے اپنی کتاب "Searching for an Enemy" میں کہا کہ امریکہ اور موجودہ افغان حکومت کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ مُلّا محمد عمر آخری دنوں میں پاکستان میں مقیم رہے۔درحقیقت وہ ۲۰۱۳ء میں اپنی موت تک اپنے آبائی صوبے زابل میں امریکہ کے فوجی اڈے سے محض ۱۰۰ میٹر دور رہائش پذیر تھے۔طالبان ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے بھی اپنے حالیہ ٹیوٹ میں اس کی تصدیق کی ہے کہ ملا عمر تمام عمر افغانستان میں ہی مقیم رہے اور اُنہوں نے کبھی ایک دن بھی پاکستان یا کسی دوسرے ملک میں نہیں گزارا۔ترجمان کا کہنا تھا کہ اُن کا انتقال افغانستان میں اس لیے ہوا کہ اُنہوں نے کسی بھی دوسرے ملک میں علاج کرانے سے انکار کر دیا تھا۔بیٹی ڈم کا کہنا ہے کہ یہ امریکہ کا

سیاسی ایجنڈا تھا کہ اسی بیانیہ کو مسلسل دہرایا جاتا رہے کہ ملا عمر پاکستان میں ہیں اور وہیں فوت بھی ہوئے (مارچ ۲۰۱۹ء)۔

افغان وار کے پس پردہ محرکات

بعض تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ امریکہ کا افغانستان میں کارروائی کرنا محض اس کے سیاسی‘ معاشی وتزویراتی (strategic) اور اس خطہ کی جغرافیائی سیاست (Geopolitics) کی اہمیت کی وجہ سے ہے‘ اس کا کوئی نظریاتی‘ تاریخی یا تہذیبی پہلو نہیں ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس افغان وار‘ مشرقِ وسطیٰ کی دگرگوں صورتحال اور دہشت گردی کے خلاف نام نہاد عالمی جنگ کا ایک واضح ثقافتی و مذہبی پس منظر بھی ہے۔ ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے امریکی حملوں سے پہلے کی عمومی امریکی فضا کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ امریکی دانشور اور امریکی میڈیا‘ اسلام اور اس کے طرزِ حیات کو ان دو دہائیوں میں امریکہ اور اس کے لائف اسٹائل کے لیے خطرہ اور چیلنج کے طور پر تواتر سے پیش کر رہے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ کی اسلام مخالف حتمی کارروائی کے لیے داخلی و عالمی ذہن سازی کا عمل اس عرصہ میں پوری تن دہی سے جاری رکھا گیا تھا۔ گویا ’’سرخ خطرے‘‘ کمیونسٹ سوویت یونین کے سقوط کے بعد ’’سبز خطرہ‘‘ اسلام انہیں مسلسل بے چین ومضطرب کیے ہوئے ہے۔ روسی وامریکی (کمیونسٹ اور کیپٹلسٹ بلاکس) کی سرد جنگ‘ فورتھ جنریشن وار اور پھر رشین پریزیڈنٹ میخائل گورباچوف کی گلاسنوسٹ اور اسٹرائیکا پالیسیوں کے نتیجے میں USSR ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا اور اس سے پانچ وسطی ایشیائی مسلم ریاستیں (قازقستان‘ کرغستان‘ ازبکستان‘ آذربائیجان‘ ترکمانستان) الگ ہو گئیں۔ یاد رہے! یہ 5fth جنریشن وار کا دور ہے۔ Gray Zone Warfare/ Hybrid Warfare کا زمانہ ہے۔ ففتھ جنریشن جنگ میں دشمن کو میڈیا کی مدد سے‘ نفسیاتی طور پر‘ اندرونی معاہدوں و ڈپلومیسی وغیرہ کے ذریعہ شکست خوردہ اور گھائل کر دیا جاتا ہے۔ جھوٹی خبریں‘ ڈپلومیسی‘ لافیئر یعنی قانونی طریقے اور پبلک ریلیشن وغیرہ کے ذریعہ دشمن کو زِچ کیا جاتا ہے۔ اندرونِ ملک مختلف الخیال گروہوں اور جماعتوں کو باہم دست وگریباں کر کے ملک کو غیر مستحکم کر کے اپنے مذموم مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں۔

بیسویں صدی کی آخری تین دہائیوں کے امریکی دانشوروں‘ صحافیوں‘ الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا اور مستشرقین کی عام روش میں اسلاموفوبیا کا عنصر بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ اس اسلام اور مسلم مخالف رجحان کو ملحد امریکی پروفیسر ایڈروڈ سعید آف کولمبیا یونیورسٹی نے بھی واضح طور پر محسوس کرتے ہوئے اپنی تصنیف "The Covering Islam" میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ایڈورڈ کے بقول اس عرصہ میں اسلام کے خلاف پورے زور وشور کے ساتھ غلط اور بہتان آمیز اطلاعات نشر وفراہم کی گئیں۔ مسلمانوں کو امریکی میڈیا پر ایک ایسے ہجوم کی شکل میں دکھایا گیا جو بپھرا ہوا ہے اور پس منظر میں

ابھرتی آوازوں کا تبصرہ ہوتا: ’’یہ امریکی ازم کے دشمن ہیں‘‘۔ اسلام کو قدامت پسند‘ تخریب کار‘ غیر مہذب اور امریکی تہذیب واقدار کا دشمن باور کرایا جاتا۔ ہائی اسکول کی نصابی کتب‘ ناولوں‘ اشتہاروں‘ ٹی وی‘ اخبارات اور رسائل وتحقیقی جرائد میں پیش کیا جانے والا مواد مسلمانوں کے امریکہ سے دور ہونے کے باوجود اسلام کو منفی اور دھمکی آمیز شکل میں پیش کرتا رہا ہے۔ اسلام کے متعلق امریکی حکومت‘ یونیورسٹیز (مثلاً پرنسٹن)‘ کارپوریشنز (مثلاً فورڈ فاؤنڈیشن) اور میڈیا کے تحت معاندانہ پروپیگنڈا کیا جاتا رہا۔ اسلام کو خام‘ ادھورا اور بنیادی طور پر اصلیت سے دور ہٹے ہوئے خاکوں‘ تنقید وتبصرے اور غربت وافلاس‘ کرپٹ حکمران اور جاہل عوام کی صورت میں پیش کیا گیا۔ اسلام کے دہشت گرد مذہب ہونے اور اس کے مختلف پہلوؤں کو ہی موضوعِ بحث بنایا جاتا رہا۔ گویا کمیونسٹ بلاک کی شکست کے بعد اب ان عربوں نے ’’دشمن ہلالی بلاک‘‘ کی صورت اختیار کر لی۔

یاد رہے! ۱۹۷۴ء میں اوپیک (OPEC) ممالک نے جب تیل کی قیمتوں میں اچانک اور ڈرامائی اضافہ کیا تو امریکیوں کو پہلی بار عربوں اور اسلام کی طاقت واہمیت کا اندازہ ہوا‘ نیز اپنے پرتعیش لائف اسٹائل کے بارے میں شدید تشویش لاحق ہوئی۔ رابرٹ ڈبلیو ٹکر‘ فروری ۱۹۷۵ء میں اپنی تحریر ’’تیل اور امریکی مداخلت‘‘ (Oil: The Issue of American Intervention) کے تحت لکھتا ہے کہ پہلی بار یہ ہوا کہ انسانی مساوات کو باہر سے امریکا پر نافذ کیا جا رہا ہے کہ امریکہ کو دیگر مشرقی اقوام (عرب) کو بھی برابری کا درجہ دینا چاہیے۔ موئے نیہن کا مضمون تھا: ’’امریکا مخالفت کی زد میں‘‘ (The United Sates in Opposition)۔ مارشل ہوگ سن کی تین جلدوں پر مشتمل کتاب ’’اسلام کی مہم جوئی‘‘ (The Venture of Islam-1975) شائع ہوئی۔ مائیکل والزر ۸نومبر ۱۹۷۹ء کو ’’اسلام کا دھماکہ‘‘ (The Islam Explosion) کے عنوان سے لکھتا ہے تو Jean Daniel نے ۲۶نومبر ۱۹۷۹ء کو تبصرہ کیا: ’’اسلام نے امریکہ کا محاصرہ کر رکھا ہے‘‘ (les etates-units sont assieges par I Islam)۔ ’’جنگجو اسلام‘‘ (Militant Islam) اور ’’اسلام کا خنجر‘‘ ‘The Dagger of Islam’ Militant Islam: TheHistoric Whirlpool وغیرہ یہ وہ چند عنوانات ہیں جنہوں نے معروف اخبار ورسائل میں خوب پذیرائی حاصل کی۔ انتھونی ٹامس کی ڈاکومنٹری‘ شہزادی کی موت (۱۹۸۰ء) اور سٹیون ایمرسن کی امریکا میں جہاد (۱۹۹۵ء)‘ ڈیلٹا فورس (۱۹۸۶ء)‘ ٹرولائز (۱۹۹۴ء)‘ امیریکن اسنائپر (۲۰۱۴ء)‘ انڈیانا جونز (Raiders of lost Arc1981) وغیرہ کے ذریعہ بھی اسلام مخالف ثقافتی خوف پیدا کیا گیا۔

NBC نے اپنے پروگرام ’’ٹوڈے شو‘‘ میں ایموس پرلی میوٹر اور حسی کارمل کا انٹرویو نشر کرتے ہوئے ان دونوں کا تعارف امریکی یونیورسٹی کے پروفیسر اور پیرس کے ہفت روزہ ’’لا ایکسپریس‘‘

(L, Express) کے نمائندے کے طور پر کروایا۔ جبکہ حقیقت میں یہ دونوں افراد اسرائیلی تھے‘ اور ان کا ان میں سے کسی ایک منصب کے ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ یاد رہے! NBC اس وقت امریکہ کے چھ سب سے بڑے میڈیا گروپس میں سے ایک ہے۔

ایران کے معزول شاہ رضا پہلوی (۸۰۔۱۹۱۹ء) نے ۱۹۷۶ء میں CBS کو دیے گئے اپنے انٹرویو میں واضح طور پر امریکہ میں یہودی لابی کے میڈیا‘ بینکس‘ فنانس وغیرہ پر کنٹرول ہونے کا اقرار کیا۔ یاد رہے! مغربی حمایت یافتہ رضا شاہ پہلوی جس کا تخت ایرانی انقلاب (۱۹۷۹ء) کے نتیجہ میں الٹا گیا‘ اس کے امریکہ کے سب سے بڑے اور دنیا کے چھٹے بڑے بینک Chasc Manhattan کے جے پی مورگن اور یہودی ڈیوڈ راک فیلر سے قریبی تعلقات تھے۔ یہ وہی چیز مین ہیٹن بینک تھا جو خمینی شیعہ انقلاب سے کہیں پہلے ایران کے خلاف طویل اقتصادی جنگ کا آغاز کر چکا تھا۔ اس نے ایران کو خوب لوٹا تھا۔ یہ معاشی عدم استحکام ایرانی انقلاب کی ایک اہم وجہ بنا۔ ایرانی انقلاب (۱۹۷۹ء) اور آیت اللہ خمینی کو جرمن آریا نسل پرست ہٹلر اور جرمن توسیع پسندانہ عزائم سے ملانے کے لیے ’’آیت اللہ کی مین کیمف‘‘ کے عنوان سے کتاب تحریر کی گئی۔ تہران سفارت خانے کے امریکی یرغمالیوں کے معاملہ (۱۹۸۱ء) پر ’’لندن ٹائمز‘‘ نے ۲۶ جنوری کو اس وقت کے امریکی صدر جمی کارٹر کا دفتر خارجہ کے نام یہ پیغام نقل کیا: ایرانیوں کے خلاف غم و غصے کی نئی لہر پیدا کرنے کے لیے عوام کی توجہ اس واقعہ پر مرکوز رکھی جائے۔ ’’امام خمینی کا امریکہ کو ’’شیطانِ بزرگ‘‘ کا لقب دینے پر امریکی سیخ پا رہے ہیں۔ اسی طرح CPS کا رپورٹر رینڈی ڈینیل ماہِ محرم کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتا ہے کہ ’’اس مہینے میں شیعہ مسلمان (حضرت) محمد (ﷺ) کی طرف سے دنیا بھر کے لیڈروں کو چیلنج کرنے کی یاد مناتے ہیں۔‘‘

نیو یارک ریویو آف بکس نے اپنی اشاعت کے پہلے سولہ برسوں میں اور دیگر روزناموں نے بڑی باقاعدگی کے ساتھ اسلامی ریاست‘ اس کی تعزیرات‘ فلسفہ قانون اور خواتین کے بارے میں اسلامی تصور پر لکھنا شروع کر دیا تھا اور کسی نے یہ نکتہ نہیں اٹھایا کہ اسرائیلی ربی بھی خواتین یا غیر یہودیوں‘ ذاتی صحت وصفائی اور تعزیرات کے متعلق ویسا ہی تصور رکھتے ہیں جیسا کہ اسلام میں پایا جاتا ہے۔ کسی نے یہ بھی نہیں کہا کہ لبنانی (عیسائی) علمائے دین بھی اتنے ہی خون کے پیاسے اور دقیانوسی ہیں جتنا کہ مسلمان علماء کو ظاہر کیا جا رہا ہے۔ سعودی عرب سے مطلوب یہ تھا کہ وہ سنسر شپ ختم کر دے‘ جبکہ دوسری طرف کسی کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں تھا کہ اسرائیل سے جو خبر آتی ہے اسے فوجی سنسر شپ سے گزرنا پڑتا ہے‘ اور یہ کہ مغربی کنارے کے عرب اخباروں‘ اسکولوں‘ اور یونیورسٹیوں پر اسرائیل نے کیا قوانین لاگو کر رکھے ہیں؟

مغرب اور اسلام کی چپقلش کی تاریخ‘ مستشرقین کی متعصّبانہ تحقیق اور اب مغربی میڈیا کا اسلام کو خاص قبائلی‘ غیر مہذب و اُجڈ لوگوں کے مذہب کی صورت میں پیش کرنا یہ سب عناصر مل ملا کر اسلام کو

مثالی طرزِ حیات بلکہ قابلِ قبول لائف اسٹائل ماننے میں بھی بڑی رکاوٹ ہیں۔ چند عشروں قبل جب امریکی میڈیا اسلام مخالف رجحان پیدا کر رہا تھا اس وقت امریکہ کے مشہورِ زمانہ ’’ٹائم میگزین‘‘ نے اپنی اشاعت ۱۶/اپریل ۱۹۷۹ء میں اسلام کو اپنی بنیادی کہانی کے طور پر پیش کیا تو اس کے سرورق پر ایک باریش مؤذن کی تصویر لگائی۔ دراصل Gerome کی یہ پینٹنگ انیسویں صدی کے آرٹ کا خوبصورت نمونہ تھی۔ اس میں مینارے میں کھڑے مؤذن کو دکھایا گیا ہے جو اہل ایمان کو بڑے سکون کے ساتھ نماز کے لیے بلا رہا ہے۔ ٹائم نے اس تصویر پر ’’عسکریت کا احیاء‘‘ (The Militant Revival) کا عنوان چسپاں کر دیا‘ جبکہ اس عنوان کا اس پینٹنگ سے کوئی تعلق نہیں بنتا تھا‘ مگر اس رسالے نے اس پر سکون منظر کو شعلہ فشاں کرنے کے لیے اس کو یہ ٹائٹل دے دیا۔ یوں یہ سرورق‘ اسلام کے متعلق یورپ اور امریکہ کے تصور میں فرق کو واضح کرنے کی بہترین مثال بن گیا۔ گویا اس پینٹنگ پر امریکا نے تین لفظ چسپاں کر کے اسے ’’جنون‘‘ سے عبارت کر دیا۔ آج اگر یورپ اور امریکہ میں بلند میناروں پر پابندی عائد کی جاتی ہے اور مغرب ان اونچے میناروں سے خوف و دہشت زدہ ہے تو یہ بلاوجہ نہیں‘ بلکہ اسلامی علامات اور شعائر کو برائی کی علامت بنا کر پیش کرنے اور حقائق مسخ کر کے پیش کرنے کی دانستہ کوشش کے ہی نتائج ہیں۔ آج بھی وہ افغان طالبان اور دیگر مسلم مزاحمت کاروں کو بربر و دہشت گرد‘ ظالم و جابر‘ اسلامی سزائیں نافذ کرنے والے‘ غیر مہذب و جدید مغربی اقدار کے ازلی دشمن کے روپ میں پیش کرتے ہیں۔

مشہور مستشرق برنارڈ لیوئس (۲۰۱۸۔۱۹۱۶ء) نے اپنے مضمون "The Roots of Muslim Rage" (Sept.1990) میں کہا تھا:

> ’’اب تک یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ ہمیں ایک ایسے مزاج اور ایسی تحریک کا سامنا ہے جو ان مسائل‘ پالیسیوں اور ان حکومتوں سے بالاتر ہے جو ان مسائل کا حل تلاش کر رہی ہیں۔ یہ کسی طرح بھی تہذیبوں کے تصادم سے کم نہیں۔ شاید یہ بات عقل سے عاری معلوم ہو مگر یہ یقینی طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے مشترکہ ورثے‘ ہمارے موجودہ سیکولرازم اور دنیا بھر میں ان دونوں کے پھیلاؤ کے خلاف اسی طرح تاریخی ردِعمل ہے۔‘‘

لیوئس کے یہودی شاگرد سیموئیل ہنٹنگٹن کا مقبول و متنازعہ پیپر ’’تہذیبوں کا تصادم‘‘ (The Clash of Civilizations 1996) اسی فکر کی بازگشت ہے جس نے دورِ حاضر کی دہشت گردی کے خلاف جنگ کی صورت اختیار کر رکھی ہے۔ مغرب خصوصاً امریکہ میں پادریوں و کلیساؤں اور پھر مستشرقین اور میڈیا کا وضع کردہ ایک اسلام اور مسلم مخالف فالس اسٹیریوٹائپ (مسخ کردہ غلط تصور) موجود رہا ہے۔ عربوں نے جب اپنے قدرتی و معدنی وسائل خصوصاً پیٹرولیم مصنوعات کے حوالہ سے مغربی اجارہ داریوں اور ناانصافیوں پر صدائے احتجاج بلند کی تو امریکی ذرائع ابلاغ نے

مستشرقین و متعصبین کے گھڑے گئے مسلم مخالف اسٹیریو ٹائپ کو میڈیا کے ذریعہ خوب پھیلایا۔ اس سارے میڈیائی منظرنامے میں عام امریکیوں میں یہ رجحان ابھرا ہے کہ اسلام جو کہ عربوں کا ایک صحرائی و علاقائی مذہب تھا‘ اور جو تاریخی طور پر مسیحیت و یہودیت کا تو دشمن تھا ہی‘ اب وہ جدید مغربی اقدار کے مدِمقابل بھی آن کھڑا ہوا ہے‘ اور یہ دشمن اب یہیں کہیں ہمارے نزدیک موجود ہے‘ لہٰذا ہم امریکیوں کو اس ’’سرطان‘‘ کے سدِباب کے لیے پوری طاقت کے ساتھ جوابی کارروائی کرنا چاہیے۔

یہ بات ۱۹۷۰ء کی دہائی میں اگر درست تھی تو وہ آج بھی اسی طرح درست ہے‘ بلکہ ۲۰۰۱ء کے امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سینٹرز (نیویارک) کی تباہی کے بعد نہ صرف امریکیوں کو بلکہ مغربی دنیا کو یہ یقین دلا دیا گیا کہ اگر ہم نے مشرقِ وسطیٰ کے عرب وافغان دشمن کو مزید ڈھیل دی تو وہ ہمیں اور ہماری برتر تہذیب و اقدار کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیں گے۔ آج ہم چالیس سال بعد کی دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ معاملہ اس سے کچھ مختلف نہیں بلکہ اسلاموفوبیا نہ صرف امریکہ بلکہ مغرب کے اکثر امورِ خارجہ وداخلہ کا محور بن کر رہ گیا ہے۔ گزشتہ دو دہائیوں سے یورپ میں بھی مسلمانوں کے بڑھتے اثرات کو مرکزی مسئلہ (core issue) قرار دیا جا رہا ہے۔ یورپ کے سیاسی وسماجی ماحول میں ’’دائیں بازو پاپولزم‘‘ (Right Wing Populism) کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سیاسی نظریہ کے بنیادی اہداف میں اسلام پر تنقید اور بڑھتی مسلم آبادی کی روک تھام کے لیے اقدامات کرنا بھی شامل ہے۔ سابق اسرائیلی صدر شمعون پیریز (۲۰۰۷۔۱۴) نے کہا تھا: ’’جب تک اسلام اپنی تلوار ہاتھ سے رکھ نہیں دے گا ہم خود کو محفوظ تصور نہیں کریں گے‘‘۔ امریکہ میں گزشتہ چند سالوں میں اسلام کے خلاف hate groups میں تین گنا زیادہ اضافہ ہوا ہے‘ جب کہ اینٹی مسلم جرائم میں ۶۷ فیصد اضافہ ہوا۔ اس زینوفوبیا Xenophobia (اجنبیوں سے نفرت) میں ٹرمپ کے جارحانہ بیانات بھی جلتی پر تیل کا کام کرتے ہیں۔ ہالی ووڈ فلم امیریکن اسنائپر (۲۰۱۴ء) کی ریلیز کے بعد بھی اسی طرح کاری ایکشن دیکھا گیا۔

افغان وار کے دو تناظرات

افغانستان کی موجودہ صورتحال اور امریکہ سے طالبان امن مذاکرات کو دو ممکنہ تناظرات یا پہلوؤں میں دیکھا جا رہا ہے۔ پہلا تناظر روایتی یا نظریاتی ہے جسے خاص طور پر اسلامی سیاسی جماعتوں نے نمایاں کیا ہے۔ اس ڈسکورس کے مطابق امریکہ طالبان کے ہاتھوں اتنا جانی اور مالی نقصان اٹھا چکا ہے کہ اب ان کا اس علاقے میں مزید ٹھہرنا ممکن نہیں رہا۔ اب امریکہ بھی سابقہ سوویت یونین کی طرح شکست کھا کر نکلنے کے محفوظ اور باعزت راستے تلاش کر رہا ہے۔ درحقیقت امریکہ افغانستان میں اپنے دیرینہ مقصد بنیاد پرست یا سیاسی اسلام (Fundamentalist or Political Islam) کو پوری طرح کچلنے میں ناکام ہو کر افغان طالبان کے ساتھ امن مذاکرات پر مجبور ہو گیا ہے۔ اس اٹھارہ سالہ طویل و مہنگی جنگ

کے بعد بھی وہ افغانستان سے طالبانائزیشن فیکٹر کو جڑ سے اکھاڑنے میں ناکام و نامراد رہے ہیں‘ بلکہ ۱۸۔۲۰۱۷ء میں طالبان نے نہ صرف اپنے مقبوضہ علاقہ جات میں اضافہ کیا بلکہ مزید مضبوط بھی ہوئے۔ افغان فورسز کو مختلف محاذوں پر نہ صرف عسکری پسپائی کا سامنا کرنا پڑا بلکہ شدید جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ نیز اس کے سیکیورٹی اہلکار بڑی تعداد میں طالبان کے خلاف کارروائیوں سے مختلف حیلے بہانوں سے کتراتے بھی رہے۔ افغان طالبان کی پچاس ہزار کی ایک قلیل تعداد نے امریکہ اور اس کے ۴۸ اتحادی ممالک کی ایک لاکھ چالیس ہزار فوج‘ جو کہ تمام تر جدید سوفیسٹی کیٹڈ ٹیکنالوجی کی قہر سامانیوں کی حامل اور عسکری وسفارتی ہتھیاروں سے لیس تھی‘ اسے شکست سے دوچار کر کے بڑا کارنامہ بلکہ معجزہ کر دکھایا ہے۔ افغان حکومت کی ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۴ء تا حال ۴۵ ہزار افغان سیکیورٹی اہلکار ہلاک ہوئے‘ جبکہ ۲۲ امریکی فوجی یومیہ مارے گئے۔ ساڑھے سات لاکھ امریکی ویٹریز سپاہی PTST کے ذہنی ونفسیاتی مرض کا شکار ہو کر واپس لوٹ چکے ہیں۔ ڈونلڈ ٹرمپ کے ایک حالیہ بیان کے مطابق افغان وار میں ۷ کھرب امریکی ڈالر خرچ ہو گئے ہیں۔ اس ڈسکورس کے مطابق یہ اسلام کی عظیم فتح ہے۔ چنانچہ طالبان کے لیے افغانستان اب ایک ایسا کھلا میدان ثابت ہوگا جہاں وہ آزادی سے اسلامی ریاستی احکامات وقوانین نافذ کر سکیں گے۔ طالبان کو افغانستان میں پائیدار اور بلاشرکت غیرے اقتدار نصیب ہوگا۔ نیز عالمی برادری بھی طالبان کی اس سیاسی وعسکری فتح کو خوش دلی سے قبول کر لے گی‘ اور یہ کہ طالبان دنیا کو ایک خالص اسلامی فلاحی ریاست کا زمینی ماڈل دکھانے میں کامیاب ہوں گے‘ جسے دیکھ کر عالم کفر بھی اس اسلامی ریاست کی فیوض وبرکات کی طرف بتدریج کھنچا چلا آئے گا۔

لیکن کیا یہ اُمیدیں زمینی حقائق کی کسوٹی پر پورا اترتی ہیں؟ یاد رہے! طالبان کی افغان امارت (۱۹۹۵ء تا ۲۰۰۰ء) کو پاکستان‘ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے سوا کسی ملک نے تسلیم نہ کیا تھا۔ نیز طالبان کے نافذ کردہ اسلام پر مغرب بہت چیں بہ جبیں بھی رہا ہے۔ خصوصاً اسلامی سزاؤں اور حقوق نسواں کے حوالہ سے ان پر شدید تنقید کی گئی۔ انسانی حقوق اور جمہوری اقدار کی خلاف ورزی کا الزام ان پر مسلسل عائد کیا جاتا رہا۔ یہاں یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ مغربی دنیا کا تصورِ حیات وانسان اور کائنات‘ اسلام کے متعلقہ تصورات سے مختلف بلکہ متضاد ہے۔ سادہ الفاظ میں ایک پرتعیش زندگی ہی مغربی ذہن کا آئیڈیل ہے اور یہی ان کے ہاں اصل کامیابی تصور کی جاتی ہے۔ اس سرمایہ دارانہ نظام میں ہائی اسٹینڈرڈ آف لائف کے اس تصور کو لامحدود دولت وجائیداد ہی ممکن بناتی ہے‘ جبکہ سائنس وٹیکنالوجی اور جمہوری اقدار اس کے لوازمات ہیں۔ اس کے بالمقابل اسلام کا تصورِ حیات سادگی‘ قناعت‘ توکّل‘ محدود ذرائع آمدنی ووسائل اور اُخروی کامیابی وفلاح پر استوار ہے۔ مغربی یا جدید انسان آزاد منش (liberal) ہے‘ خودرائے وخود پسند ہے۔ حدود وقیود سے بغاوت اس کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے۔ وہ سیماب صفت‘ لباس‘

خوراک اور رہائش وغیرہ میں جدت پسندی اور لگژری چاہتا ہے۔ نیز مذہب و روایت کی عائد کردہ صنفی و جنسی حدود اور قیود کو درخورِ اعتناء نہیں جانتا۔ کائنات کو بجائے عرفانِ خداوندی کا ذریعہ سمجھنے کے اسے تسخیر و تسلط میں لے آنا چاہتا ہے۔ عبد کے بجائے معبود بن جانا اس کا مقصود و منتہا ہے‘ کیونکہ مسیحی چشمِ تصور یا مغرب کے لاشعور میں خداوند عیسیٰؑ کی صلیبی موت کی شکل میں خدا کی موت ممکن ہے یا واقع ہو چکی ہے (God is dead) جس کا فلسفیانہ اظہار جرمن نطشے نے بھی کیا۔ لہٰذا یہ تصور کہ دورِ حاضر میں اسلامی ریاست کا قیام دراصل اسلام کے احیاء کے مترادف ہے اور یہ ریاست اسلام کی تبلیغ و ترویج کا سبب بن جائے گی‘ محض خام خیالی ہے۔

یاد رہے! اسلام میں اصل مقصود و مطلوب فرد کی اصلاح واخروی کامیابی ہے۔ ریاست وحکومت فرد اور اس کے سماج کے لیے موافق حالات اور امکانات پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اسلامی ریاست ایسا متناسب ماحول مہیا کرتی ہے جس میں ہر فرد اس نظم اجتماعی کا مؤثر پرزہ بن کر اسلامی تعلیمات پر کما حقہ عمل کر سکتا ہے‘ ایک پرامن وعدل وانصاف کے حامل معاشرہ کی فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا ہے اور بالآخر اُخروی فلاح و کامیابی کا مستحق بن جاتا ہے۔ گویا ریاست واقتدار اسلام کو پروموٹ کرنے اور دعوت و تبلیغ کا آلہ (tool) ہے۔ جدید ذہن کو مغربی تعلیم و ذرائع ابلاغ کے اسلام مخالف پروپیگنڈا نے اس قدر متاثر و متعصب اور مبہوت و مسحر کر رکھا ہے کہ اسلام کی حدود و قیود اور عبادات و شعائر‘ روحانی علویت کا تصور اور سادہ و تصنع سے پاک رسومات اس کے لیے ایسی بیڑیوں کے مترادف ہیں جنہیں کسی صورت قبول نہیں کیا جا سکتا۔ سائنس و ٹیکنالوجی نے انسان کو دنیا ہی کو جنت نظیر بنانے کی محیر العقول راہوں پر لا ڈالا ہے۔ وہ مرنے سے شدید خوف کھاتا ہے۔ خواہش پرستی اور دنیاوی عیش ولذت کا حصول اس کا اعلیٰ ترین مقصد بن چکا ہے۔ لہٰذا وہ موت پر فتح پانے کے طریقے ڈھونڈ رہا ہے۔ یہاں اس بات کو تسلیم کیا جانا چاہیے کہ ایک صحرائی انسان‘ جسے اپنی بنیادی ضروریات کے حصول میں بھی شدید مشکلات کا سامنا تھا‘ سماوی جنت میں جانے کے لیے خود پر حدود و قیود‘ جبر اور مذہبی پابندیاں عائد کر سکتا تھا‘ لیکن آج کا ماڈرن انسان نہ صرف ارضی جنت کو بذریعہ 3d اور 4d میڈیا ٹیکنالوجی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے‘ محسوس کر سکتا ہے‘ بلکہ مختلف سائیکو سرگرمیوں کے ذریعے ان کا خیالی وذہنی پیکر تیار کر کے نہ صرف مدہوش و مسحور ہے بلکہ مطمئن و مسرور بھی ہو رہا ہے۔ معلومات کی بے ہنگم بمباری نے اسے علم کے بجائے معلومات کا رسیا و جویا بنا ڈالا ہے۔ اس کے لیے یہ تصور کرنا بہت مشکل ہوتا جا رہا ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے اور اس کا ہر لطف اور لذت بھی فانی و ناپائیدار ہے۔ وہ مذہب کی بجائے سائنس و ٹیکنالوجی پر ایمان رکھتا ہے اور اس دنیا کی خیرہ کر دینے والی چمک دمک اور عیش و عشرت کے لیے اس نے خود کو دولت بنانے اور کمانے کی مشین میں تبدیل کر لیا ہے۔ خواہش و سرمایہ کا غلام ’’عبدالامانی و عبد الدینار ‘‘۔

اس کے دوسرے پہلو کا تعلق افغانستان کی اندرونی صورت حال سے ہے۔ اس کے مطابق امریکہ افغانستان کے بڑے حصے پر اپنی امریکہ نواز افغان حکومت قائم کر چکا ہے۔ اس بیانیہ کے مطابق اسے امریکہ کی شکست سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا‘ کیونکہ امریکہ نے طالبان کو ان کے اپنے ہی ملک کے اندر جہاں وہ ۹۰ فیصد علاقے پر امارتِ اسلامیہ کی مضبوط بنیادیں ڈال چکے تھے‘ آج چھوٹے سے رقبے تک محدود کر دیا ہے‘ اور یہ کہ افغانستان کے محلِ وقوع میں ایک امریکا نواز حکومت کا قیام ہی اصل امریکی ہدف تھا۔ یاد رہے! افغانستان کے ۲۲۹ اضلاع پر امریکہ نواز افغان حکومت کا کنٹرول ہے جو افغانستان کے کُل رقبے کا ۵۶.۳ فیصد بنتا ہے اور یہاں ۲ کروڑ ۱۲ لاکھ افغان آباد ہیں‘ جبکہ ۵۹ اضلاع پر طالبان کا کنٹرول ہے جو کل رقبے کا ۱۴.۵ فیصد ہے اور جہاں قریباً ۸۵ لاکھ افراد رہائش پذیر ہیں‘ جب کہ تقریباً ۲۹.۲ فیصد علاقے متنازعہ ہیں۔ درحقیقت امریکی صدر ٹرمپ یہ نہیں چاہتا کہ وہ اپنی فوج کی بڑی تعداد کو یہاں بٹھا کر اس کے اخراجات برداشت کرے اور اندرونِ ملک اپنی اور ریپبلکن پارٹی کی سیاسی ساکھ مجروح کرے۔

یاد رہے! سابق امریکی صدر باراک اوباما کی حکومت ۲۰۱۴ء ہی میں تمام امریکی افواج کے انخلاء کا ارادہ رکھتی تھی۔ درحقیقت امریکہ اپنے بنیادی مقاصد کافی حد تک حاصل کر چکا ہے۔ افغانیوں کو جدید لبرل و سیکولر نظامِ زندگی کا باقاعدہ حصہ بنانے کی بنیادیں ڈال چکا ہے۔ وطن پرستی (Nationalism) جسے علامہ اقبال اور ڈاکٹر اسرار احمد اس دور کا اصل شرک قرار دیتے تھے‘ افغان قوم کو اس ڈگر پر ڈالا جا چکا ہے‘ بلکہ اب تو گلوبلائزیشن اور فری مارکیٹ اکانومی کا دور ہے۔ امریکہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ کئی سو میل دور سے افغانستان پر براہِ راست حکومت واقتدار کرنا چاہتا ہے‘ جیسا کہ گزشتہ صدیوں میں جدید استعماری و سامراجی (Clonial Powers) برطانیہ‘ اسپین‘ فرانس‘ پرتگال اور ڈچ وغیرہ یا ان کے مقرر کردہ وائسرائے ہوا کرتے تھے یا اس سے قبل روایتی بادشاہتیں‘ خلافتیں اور امارتیں وغیرہ تھیں‘ بلکہ یہ نئی سامراجیت (Neocolonialism/ Neoimperialism) یا پوسٹ کلونیئل ازم کا دور ہے‘ عالمگیریت (Globilization) کا دور ہے۔ مغرب کی کُلّی بالادستی و دیگر اقوام وملل کی محکومیت کا‘ امریکی سرکار کی معاشی وسماجی اور بالواسطہ سیاسی غلبہ کا زمانہ ہے۔ مغرب پر لامتناہی انحصار کا دور ہے۔ خوراک سے بودو باش تک‘ لباس و رہن سہن سے رہائش تک‘ سادہ ضروریاتِ زندگی سے اعلیٰ ترین سائنس و ٹیکنالوجی وعسکریت تک‘ مساجد و مدارس سے اسکول و کالجز اور اعلیٰ ترین تعلیمی اداروں یعنی یونیورسٹیوں تک‘ تمام سماجی اداروں سے قانونی اور ریاستی اداروں تک کون سی جگہ اور لوگ روایتی و سادہ اور فطری طرزِ حیات کے حامل ہیں؟ ہر جگہ جدیدیت و مغربیت (Westernization / Modernization) کی واضح چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ یہ مغرب کی تعلّی واستیلاء اور مسلم انتشار کا عہد ہے۔ لامذہبیت یا سیکولرازم کا ہنگام کہ جہاں مذہبی یا روایتی اقدار کو مسلم ممالک میں بھی عملاً ریاستی معاملات سے جدا کر دیا گیا ہے۔

جہاں مغربی مفادات‘ اس کے نظام اور تہذیبی برتری کو کسی بڑے عالمی چیلنج کا سامنا نہیں ہے۔ امریکی سینٹ میں ’’افغان ایکٹ بل‘‘ (American forces go in home after noble service) پیش کیا گیا ہے‘ جس کے مطابق القاعدہ کو سزا دینے کا مشن مکمل ہو گیا ہے اور اب امریکی فوجی ایک سال کے اندر اندر واپس امریکہ بلا لیے جائیں گے اور افغانستان کا مکمل کنٹرول افغان حکومت کے سپرد کر دیا جائے گا۔ (مارچ ۲۰۱۹ء)

طالبان کی حربی حکمتِ عملی پر ایک نظر

طالبان کی اگر فوجی یا ملٹری حرکیات کا سرسری جائزہ لیا جائے تو نظر آتا ہے کہ طالبان افغانستان کے طول و عرض میں منتشر علاقوں میں برسرِ اقتدار ہیں اور امریکہ و افغان فورسز کے خلاف گوریلا کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ گوریلا وار کے بارے میں معروف کالم نگار عامر خاکوانی کہتے ہیں :

’’طالبان ہوں یا دنیا کی کوئی بھی گوریلا تنظیم‘ اس کے سامنے تین فیز ہوتے ہیں۔ سب سے پہلا اپنے آپ کو بچائے رکھنا اور گوریلا جنگ جاری رکھنا یعنی سروائیول (survival)۔ طالبان اس میں مکمل طور پر کامیاب ہوئے ہیں۔ سترہ برس پہلے ان کی حکومت ختم ہوئی‘ امریکی افواج تب سے افغانستان میں بیٹھی ہیں۔ سی آئی اے نے اس خطے میں اپنا سب سے بڑا نیٹ ورک قائم کیا‘ سینکڑوں ارب ڈالر جھونک دیے گئے‘ بلیک واٹر جیسے کنٹریکٹرز کو بھی برتا گیا۔ اس کے باوجود امریکی طالبان قیادت کو ختم‘ کمانڈ اینڈ سٹرکچر سسٹم کو توڑ نہ سکے‘ فیلڈ کمانڈروں کو شکست نہ دے پائے‘ طالبان کی افغان عوام میں مقبولیت ختم نہ ہو سکی۔ یہ ہر لحاظ سے طالبان کی فتح ہے۔ دوسرا فیز ہے دشمن کو چھوٹے چھوٹے زخم لگا کر بے حال کرنا‘ حتیٰ کہ وہ اپنا قبضہ چھوڑ کر واپس جانے کا سوچے۔ اس کے منصوبہ ساز سوچنے لگیں کہ ہمیں اس ملک میں قیام کی نسبت ملک چھوڑ دینے میں زیادہ فائدہ ہے‘ انہیں مستقبل قریب بلکہ بعید میں بھی کامیابی کی امید نظر نہ آ رہی ہو۔ جو گوریلا تنظیم ایسا کر دکھائے‘ وہ فاتح ٹھہرتی ہے۔ طالبان نے یہ کر دکھایا۔ امریکہ جیسی سپر پاور کو شکست دینا ان کی بہت بڑی جیت ہے۔ طالبان نے ابھی جنگ مکمل طور پر نہیں جیتی۔ تیسرے فیز سے انہیں گزرنا ہے۔ اس میں جنگی سے زیادہ سفارتی اور سیاسی چالیں کارگر ہوتی ہیں‘ سیاسی ونگ کا کردار نمایاں ہوتا ہے۔ ملک میں موجود مختلف گروپوں اور قوتوں کو ساتھ لے کر چلنا پڑتا ہے‘ خانہ جنگی سے بچتے ہوئے ٹرانزیشنل پیریڈ سے گزر کر ملک میں امن و امان قائم کرنا پڑتا ہے۔ روس کے خلاف افغان مجاہدین گروپ پہلے دونوں فیز جیت گئے تھے‘ تیسرے راؤنڈ میں ان کی باہمی لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ اس افغان خانہ جنگی سے بڑا نقصان ہوا‘ حتیٰ کہ طالبان کا گروہ کھڑا ہوا اور عوامی تائید سے اس نے پورے ملک پر مضبوط حکومت قائم کر لی۔ طالبان کو اس بار ویسی غلطیوں سے بچنا ہوگا۔‘‘

طالبان کی جنگ دفاعی نوعیت کی ہے۔ اپنے مضبوط دفاع کے باوجود اس بات کا امکان نہیں کہ

طالبان اپنی اس دفاعی حکمت عملی کو اقدامی کارروائی میں بدل کر امریکہ کو اس خطہ سے بے دخل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ امریکہ اپنی جغرافیائی حدود سے باہر آ کر اپنے مفادات کے تحفظ اور بقا کے لیے دنیا کے بیشتر ممالک میں مفاد پرست مقتدر اشرافیہ کے ساتھ ساتھ براہِ راست اپنے فوجی اڈے بھی قائم کر چکا ہے۔ امریکہ کے ۷۰ سے زائد ممالک میں ۸۰۰ سے زیادہ ملٹری بیسز موجود ہیں‘ جبکہ برطانیہ‘ فرانس اور روس کے بیرونِ ملک اڈوں کی مجموعی تعداد ۳۰ ہے۔ افغانستان میں ۲۰۱۰ء تک امریکہ و اتحادیوں کے ۴۰۰ ملٹری بیسز موجود تھے۔ اس وقت بھی بگرام ایئر فیلڈ (BAF) (صوبہ پروان) سب سے بڑا امریکی ملٹری بیس ہے۔ اس کے علاوہ دوسرا اہم فوجی اڈہ شورابک ہے۔ سینیٹر رحمان ملک کے مطابق :

’’امریکا طالبان کو یہ قائل کرنے میں کامیاب رہا ہے کہ بگرام اور شورابک میں دو فوجی اڈے امریکا کے کنٹرول میں رہیں گے۔ یہ اس بات کا مضبوط اشارہ ہے کہ امریکیوں نے کچھ لینے اور دینے پر افغانستان کا کنٹرول طالبان کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔‘‘

امریکہ صرف اپنے ملک کی فوج کو‘ جو اس نے تمام اخلاقی و ملکی اور عالمی قوانین کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے افغانستان پر لا چڑھائی تھی‘ جس نے لاکھوں لوگوں کی زندگیوں کے خاتمے‘ ہزاروں کو اپاہج و معذور کر کے‘ بے شمار بچوں کو موت کی نیند سلا کر یا یتیم کر کے‘ مقامی تہذیب و ثقافت کا ملیا میٹ کر کے ان کی نسلی و مذہبی روایات سے ان کو کاٹ کر ایک خودکش مغربی تہذیب کا باج گزار بنا دیا ہے۔ افغانستان کی جغرافیائی حدود میں دو متوازی و مختلف المنہج معاشرے کھڑے کر دیے گئے ہیں۔ امریکہ نے افغانستان میں گزشتہ اٹھارہ سال میں طالبان مقبوضہ جات یا حلقہ اثر کے علاقوں کے بالمقابل ایک بالکل متوازی کٹھ پتلی افغان حکومت بھی مستحکم کر دی ہے۔ سیکیورٹی فورسز‘ فوج و پولیس و خفیہ انٹیلی جنس ایجنسی (RAMA) نیز سیاسی و سماجی و معاشی‘ میڈیائی اور تعلیمی انفرااسٹرکچر بھی بہت حد تک قائم کر چکا ہے۔ گزشتہ چند سال سے امریکی افواج کا کردار عسکری مشاورت و معاونت تک ہی محدود رہا ہے۔ جون ۲۰۱۸ء میں نیٹو فورسز سیکیورٹی کے تمام معاملات ان تربیت یافتہ افغان فورسز کے سپرد کر چکی ہے۔ افغان فوج اور پولیس کی کُل تعداد اکتوبر ۲۰۱۸ء تک ساڑھے تین لاکھ سے کچھ زائد (۳۰۸۶۹۳) ہے (سگار SIGAR)۔ جس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اب اصل جنگ افغان فوج اور طالبان کے درمیان جاری ہے۔ سابق آئی ایس آئی چیف جنرل حمید گل بتاتے ہیں کہ افغانی RAMA سیکرٹ ایجنسی انڈین RAW کے ساتھ مل کر اپنے پڑوسی ملک پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی کوششوں میں بھی ملوث رہی ہے۔

افغان وار اور ویت نام وار کے تطبیقی و تناقضی پہلو

سیاسی مبصرین نے اس افغان وار کا موازنہ ۱۹ سالہ امریکی ویت نام وار کی شکست سے بھی کیا ہے۔ امریکہ کی ویتنام کے خلاف جنگ (Vietnam War) جسے ’’دوسری انڈوچائنا جنگ‘‘ بھی

کہا جاتا ہے‘ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۵ء تک جاری رہی‘ جس میں ساٹھ ہزار امریکی فوجی مارے گئے‘ جبکہ مرنے والے ویتنامیوں کی تعداد کم وبیش بیس لاکھ تھی۔ شکست خوردہ امریکہ ویتنام سے نکلتے ہوئے اس کے پڑوسی ملک کمبوڈیا کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنا گیا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ طالبان نے اپنے حالیہ دوحہ مذاکرات میں ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ امریکہ افغانستان سے جاتے ہوئے پاکستان کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ امریکہ کی ویتنام میں شکست کے اسباب میں ایک اہم سبب یہ بھی بیان کیا گیا کہ روس وچین‘ کمیونسٹ ویتنام کے پشت پناہ تھے‘ مگر یہاں طالبان امارت کو ایسی کوئی نمایاں یا واضح امداد وتعاون حاصل نہ ہونے کے باوجود وہ سپر پاور امریکہ کو بقول ملا محمد عمر ’’گوند کے تالاب‘‘ میں پھنسانے اور بالآخر شکست دینے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امریکہ کے سوشلسٹ ویت نام سے ہزیمت اٹھا کر نکلنے سے سرمایہ دار امریکہ کو بھی شکست ہوگئی؟ کیا امریکہ افغانستان کی طرح ویتنام کی جغرافیائی حدود میں بھی امریکن نواز کوئی متوازی حکومت کھڑی کرنے میں کامیاب ہوا؟ یا حقیقت اس کے برعکس ہے کہ امریکہ کا نظریاتی ومعاشی دشمن ’’اشتراکیت‘‘ (اشتمالیت یا کمیونزم) شکست وریخت کا شکار ہوکر سرمایہ دارانہ معیشت میں ضم ہوتا چلا گیا ہے۔ نیز افغانستان کے برخلاف امریکہ ویتنام میں کوئی پروامیریکن ایمپائر بنانے میں بھی ناکام تھا یا اس کے پلان میں یہ شامل ہی نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کو بحیثیت ایک لبرل‘ ڈیموکریٹک اور کیپٹلسٹ اکانومی اس ’’ویتنامی جغرافیائی ہزیمت‘‘ (Vietnam Territory Retreat) سے کوئی دوررس نقصان نہ ہوا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس افغان وار کے مستقبل قریب میں مبینہ خاتمہ سے امریکہ کی مذکورہ حیثیات کو کن چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اور یہ خطرات کیا اس نوعیت کے ہو سکتے ہیں جو اس کی ممکنہ شکست وریخت کا اہم سبب بن سکیں؟

امن مذاکرات۔ جغرافیائی افغان مسئلہ

امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی ترجمان Heather Nauert نے اسے Afghan-led اور Afghan-owned تنازعہ قرار دیتے ہوئے Intra-Afghan ڈائیلاگ پر زور دیا (CBC News, Feb1, 2019)۔ نیٹو کے سیکریٹری جنرل جین اسٹولٹنبرگ کا دوٹوک انداز میں کہنا ہے کہ ان امن مذاکرات میں افغان گورنمنٹ کی شمولیت لازمی ہے (RFE/RL)۔ اسی طرح حالیہ پیس ٹاکس کے امریکی نمائندہ زلمے خلیل زاد نے اپنے ٹویٹر بیان میں کہا:

"But you can't eat an elephant in one bite! And a forty year old war won't be resolved in one meeting, even if that meeting runs for close to a week. Vital issues of intra-Afghan talks and a nation wide ceasefire."

جرمنی میں منعقد ہونے والی میونخ سیکیورٹی کانفرنس کے موقع پر امریکی نائب صدر مائیک پنس‘ امریکی سینٹ کی آرمڈ سروسز کمیٹی کے چیئرمین اور کانگریس کے دیگر سینئر ارکان نے شرکت کی۔ امریکی ارکان کانگریس نے اس موقع پر خبردار کیا کہ افغانستان سے مکمل فوجی انخلا خطرناک ہوسکتا ہے (۱۷ فروری ۲۰۱۹ء)۔ اشرف غنی کا کہنا ہے کہ جس طرح گورنمنٹ نے گلبدین حکمت یار کی حزبِ اسلامی (HIA) سے معاہدہ کیا ہے اسی طرح وہ طالبان سے بھی معاہدہ کرنے کو تیار ہے۔ گویا اوّلاً افغانستان کا معاملہ ایک عالمی مسئلہ تھا جب کہ اتحادی افواج نے افغان خطہ پر دھاوا بولا۔ بعدازاں یہ سہ فریقی تنازعہ بنا رہا جس میں امریکہ اور طالبان اولین فریق اور پاکستان بطور ایک ’’شیڈو پارٹی‘‘ موجود رہا۔ اب امریکہ کا ارادہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس افغان جنگ میں براہِ راست فریق بننے کے بجائے اپنی کٹھ پتلی افغان حکومت کو شامل کر کے پس منظر میں رہتے ہوئے اپنے عالمی واستعماری مفادات کے تحفظ کو یقینی بنائے۔ گویا حالیہ مذاکرات کو افغانستان کا داخلی وعلاقائی مسئلہ باور کروایا جارہا ہے۔ امریکہ اور دنیا یہی چاہتی ہے کہ طالبان افغانستان میں اپنی مزاحمت اور جنگ وجہاد ترک کر کے ’’امن اور جدیدیت‘‘ کو اپنانے کا راستہ اختیار کرلیں۔ اپنے بنیاد پرستانہ اور شدت پسندانہ (Fundamentalist & Extremist) نظریات اور اپروچ چھوڑ کر کے ماڈریٹ اور لبرل مسلمانوں کے افکار واعمال کو اختیار کرلیں‘ یا کم ازکم انہیں برداشت کریں اور پھلنے پھولنے کا پورا موقع فراہم کریں۔ طالبان لیڈرشپ یا کم ازکم عام طالبان اور ان کے بہی خواہوں کو سیاسی وسماجی دھارے میں شامل کرنا ان کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ لہٰذا ان امن مذاکرات کے حتمی نتیجے میں طالبان کی عالمی شناخت تبدیل ہوکر ملاؤں کی حکومت‘ سنی ریاست یا ایک تھیوکریٹک اسٹیٹ کی صورت اختیار کرے گی (جیسے شیعہ مسلم ریاست ایران) جو انسانی حقوق اور تہذیب یافتہ اقوام کے مخالف و بالمقابل مذہبی اور بند ریاست ہوگی۔ ایک سنی اسلام کی نمائندہ ریاست۔

یاد رہے! امریکیوں کے لیے آیت اللہ خمینی کا شیعہ ایرانی انقلاب کسی ڈراؤنے خواب سے کسی بھی طرح کم نہ تھا۔ بعدازاں ۴ نومبر ۱۹۷۹ء کو ایرانی طلبہ کا تہران میں امریکی سفارت خانہ کے ممبران کا چند ماہ کے لیے یرغمال بنا لینا بھی امریکیوں کے لیے ایرانی اور دیگر مسلمانوں کے بارے میں خوفناک تجربہ تھا۔ لہٰذا امریکی اب افغانستان میں ایک سنی افغانی انقلاب آتا دیکھنا نہیں چاہتے‘ چنانچہ انہوں نے ایک متوازی جدید ولبرل افغان حکومت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا ہے تاکہ اس سُنّی اسلام کو اس کی حدود میں مقابلے کی فضا پیدا کر کے اس کا ناطقہ بند کیا جاسکے اور اپنے دیگر طویل المیعاد منصوبوں کے حصول کو بھی یقینی بنایا جاسکے۔ امریکہ نے ایک عالمی معاملہ کو محدود ومقید کر کے علاقائی‘ افغان مسئلہ میں بدل دیا ہے‘ جہاں ایک متشدد گروہ یا جماعت قانونی وجائز ریاست کے خلاف برسرِپیکار ہے۔

ماہنامہ میثاق (88) اپریل 2019ء

کیاامریکہ افغانستان سے دستبردار ہو رہا ہے؟

امریکہ اس وقت افغانستان میں اپنی بچ جانے والی گراؤنڈ فورسز (۱۴۰۰۰) میں سے کچھ مزید (۷۰۰۰) کا انخلاء چاہتا ہے‘ جن کی مجموعی تعداد ۲۰۱۱ء تک ایک لاکھ تھی۔ لورن مِلر امریکہ کی خصوصی ایلچی برائے امورِ افغانستان و پاکستان ہے اور رینڈ کارپوریشن کی سینئر ایکسپرٹ بھی رہ چکی ہے (۱۷۔۲۰۱۳ء)۔ اس نے وائس آف امریکہ کو دیے گئے اپنے ایک انٹرویو میں کہا: ’’اگر امریکی فوجوں کا انخلاء ایک دم کیا گیا تو اس کا ممکنہ مقصد افغانستان کے لیے امریکی اقتصادی امداد میں کمی ہوگا جس سے افغانستان بہت حد تک غیر مستحکم ہو جائے گا۔ اس کے سیاسی اور سیکیورٹی مضمرات ہوں گے اور اس سے خطے کے دیگر ملکوں کو بھی غلط پیغام جائے گا‘‘ (اگست ۲۰۱۷ء)۔ اسی طرح ’’ملٹری ٹائمز‘‘ کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکی سینٹ نے ۵ فروری ۲۰۱۹ء کو شام اور افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا کے بارے میں صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے منصوبے کی مخالفت کی ہے۔ سینٹ نے ریپبلکن رہنما مچ میک کونلز کی جانب سے پیش کی جانے والی قرارداد ۲۶ کے مقابلے میں ۷۰ ووٹوں سے منظور کی۔ اس قرارداد میں شام اور افغانستان میں موجود عسکریت پسندوں کو ایک بڑے خطرے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرارداد کے مطابق ان دونوں ملکوں سے انتہائی عجلت میں امریکی دستوں کا انخلا سخت مشکل سے حاصل کی جانے والی کامیابیوں اور امریکی سلامتی کے لیے نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ امریکی قومی سلامتی مشیر جان بولٹن نے کہا ہے کہ امریکا دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے افغانستان میں موجود رہے گا۔ جان بولٹن نے امریکی نشریاتی ادارے کو دیے گئے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کہ وائٹ ہاؤس انتظامیہ طالبان پر اندھا اعتماد کرنے کو تیار نہیں‘ اس لیے اہم سکیورٹی حکام افغانستان میں دہشت گردی کو کاؤنٹر کرنے کے لیے امریکی فوج کے کچھ دستوں کی موجودگی پر غور کر رہے ہیں (۶ مارچ ۲۰۱۹ء)۔ لہٰذا یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ امریکہ کا افغانستان سے مکمل انخلاء کا کوئی امکان نہیں۔

افغانستان پر نظر ڈالیں تو اب یہ اٹھارہ سال پہلے والا افغانستان نہیں رہا۔ امریکہ افغانستان کے ہر ہر شعبہ ہائے حیات میں دخیل ہو چکا ہے۔ امریکہ نے عام افغانیوں کو جنگ و جدل کی طویل تاریخ سے چھٹکارا پاکر جدید و ماڈرن زندگی گزارنے کے سہانے خواب دکھائے ہیں۔ ۱۹۷۰ء اور مابعد کا ماڈرن افغانستان کہ جہاں مغربی تہذیبی مظاہر اپنے عروج پر تھے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے طالبان حکومت میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے ایک مکمل ۹ سالہ پروگرام ترتیب دیا تھا۔ گویا ڈاکٹر عافیہ نے اسلامک سسٹم آف ایجوکیشن کو وہاں متعارف کروانے کا ارادہ کیا تھا‘ مگر امریکہ نے ڈاکٹر عافیہ کو ناکردہ گناہوں کی سزا میں قید کر رکھا ہے۔ یاد رہے! حالیہ دوحہ امن مذاکرات میں افغان طالبان کا ایک مطالبہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی رہائی بھی ہے۔ امریکہ افغانستان میں

شعبہ تعلیم کو جنگی حکمت عملی (soft power) کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ کرزئی ایڈمنسٹریشن کو ایجوکیشن ریفارمز کے لیے‘ UNICEF, USAID اور بھاری غیر ملکی امداد دی گئی۔ بڑی تعداد میں اور ایمرجنسی بنیادوں پر قریب چھ سال میں ۵۰۰۰ نئی اسکول بلڈنگز اور ماڈرن اسکولنگ سسٹم شروع کیے گئے۔ صرف ۲۰۱۶ء تا ۲۰۱۷ء کے دوران ہزاروں کی تعداد میں یونیورسٹی انسٹرکٹرز و لیڈرز اور ایڈمنسٹریٹرز ٹرینڈ کیے گئے۔ ان دو لاکھ اساتذہ میں ۶۶۰۰۰ خواتین ٹیچر بھی ہیں۔ USAID کے تحت ۸۵۰۰۰ افغان لڑکیوں کو کمیونٹی بیس ایجوکیشن کلاسز کے تحت جدید تعلیم دی گئی۔ ۱۶۵ ملین درسی و نصابی کتب فراہم کی گئیں۔ غیر ملکی اسکالرشپ پروگرامز کے تحت افغان طلبہ کو غیر ملکی تعلیمی اداروں میں داخلے دیے گئے۔ ۲۰۰۱ء سے ۲۰۱۶ء تک لڑکیوں کے اسکول میں داخلہ کا تناسب صفر سے ۴۰ فیصد پہنچا دیا گیا ہے‘ جن میں ۳۱ فیصد خواتین ٹیچرز ہیں‘ جبکہ طالبان دورِ حکومت میں مبینہ طور پر ایک سال کے دوران ۱۵۰ ماڈرن گرلز اسکولز تباہ کر دیے گئے تھے۔ مصر اور بیروت (لبنان) کے بعد ۲۰۰۶ء میں افغانستان میں بھی امریکن یونیورسٹی قائم کی گئی۔ ۴۶۲ نوجوان خواتین کو اس امریکن یونیورسٹی اور ۲۳ دیگر مقامی یونیورسٹیوں میں اسکالرشپس فراہم کیے گئے۔ مصر کی الازہر یونیورسٹی کی برانچیں افغانستان میں کھولی جارہی ہیں۔ جامعہ الازہر میں صرف افغان طلبہ کو مغربی ممالک کی طرف سے ایک ہزار ڈالر تک ماہانہ وظیفہ پر تعلیم دلوائی جارہی ہے۔ بقول ڈاکٹر محمود احمد غازی افغان اسکولوں و کالجوں کے لیے جدید سیکولر کُتب ستمبر ۲۰۰۱ء کے حملوں سے بہت پہلے اسلام آباد کے ایک پریس میں چھاپی جاچکی تھیں۔ یاد رہے یہ وہی محمود غازی مرحوم ہیں جنہیں ایک مایہ ناز امریکی یونیورسٹی کے پروفیسر نے اکتوبر ۱۹۷۴ء میں پاکستانی مدارس کے بارے میں مکمل رپورٹ تیار کرنے پر ناقابلِ یقین وظیفہ کی پیشکش کے ساتھ کہا تھا کہ پاکستان میں رہ کر یہ معلومات جمع کریں کہ پاکستان میں دینی مدارس کیا کام کرتے ہیں؟ کتنے دینی مدارس ہیں؟ کون کون علمائے کرام ان کو چلا رہے ہیں؟ وہ کیا کیا پڑھاتے ہیں؟ کیا ذہن بناتے ہیں؟ اور جو لوگ ان سے تیار ہوتے ہیں وہ بعد میں کیا کام کرتے ہیں؟ ان کا رویہ مغرب کے بارے میں کیسا ہوتا ہے؟ پھر آپ امریکہ کی جس یونیورسٹی سے چاہیں میں آپ کو ڈاکٹریٹ کرنے کے لیے اسکالرشپ دلوا سکتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اس جاسوسی کے کام سے معذرت کر لی تھی۔ نیز اسی طرح کے پروجیکٹ مصر‘ بنگلہ دیش اور انڈونیشیا کے لیے بھی تھے۔ یاد رہے! یہ روس کے افغانستان پر حملہ سے چھ سال قبل کے اسلام مخالف کمیونسٹ داؤد خان کا دور (۱۹۷۳۔۷۸ء) تھا۔ شعبہ تعلیم میں امریکی پیشرفت کے بارے میں مزید معلومات کے لیے دیکھیے:

The National Education Strategic Plan III (2017-2021): https://www.usaid.gov/afghanistan/education, https://wenr.wes.org/2016/09/education-afghanistan)

افغانستان کے ۲۰۱۹ء میں ہونے والے صدارتی الیکشن جولائی میں متوقع ہیں اور امریکہ کا یہ مفاہمتی بات چیت کا دور چند ماہ پہلے شروع کرنا اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ امریکہ افغانستان میں لبرل جمہوری و سیکولر اقدار کے آگے بڑھانے ہی پر متوجہ ہے اور اس کے افغانستان سے متعلق اقدامات براہِ راست انہی مغربی اقدار سے منسلک ہیں۔ ان کو فروغ دینا اور اسی دائرہ میں اپنے تمام مفاہمتی اقدامات اٹھانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ امریکہ افغانستان سے ہزیمت اٹھا کر نہیں جا رہا' بلکہ ایک واضح حکمت عملی کے تحت افغانستان کو ایک لبرل جمہوری اور سیکولر اقدار پر استوار کر چکا ہے اور اسی دائرے میں اپنی کوششوں کو آگے بڑھا رہا ہے۔ امریکہ نے افغان زعماء کی اکثریت کو سیاسی و سماجی و معاشی دھارے میں شامل کر لیا ہے۔ زلمے خلیل زاد نے افغانستان میں تعیناتی کے بعد افغانستان سے روسی انخلاء کے اہم رہنما اور امریکی مخالف حزبِ اسلامی (HI) کے بانی گلبدین حکمت یار (امریکی نظر میں کابل کا قصائی) سے رابطے کیے اور افغان پارلیمانی اور صدارتی نظام میں شامل ہو جانے کی دعوت دی۔ اطلاعات کے مطابق حکمت یار نے صدارتی انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا ہے (۲۹ جنوری ۲۰۱۹ء)۔ نیز زلمے خلیل نے ان امن مذاکرات کے نتائج کے حوالہ سے کہا ہے کہ اگلے پانچ ماہ میں صدارتی انتخابات سے قبل ہم کسی مشترکہ لائحہ عمل پر متفق ہو جائیں گے۔ زلمے نے کہا ہے کہ طالبان کو افغانستان کے مستقبل کے لیے افغان حکومت کے ساتھ ضرور بیٹھنا ہوگا۔ اس کا مزید کہنا تھا کہ طالبان کا ماسکو میں دو روزہ کانفرنس میں افغانستان کی حزبِ اختلاف کے ساتھ بیٹھنا اس بات کی جانب واضح اشارہ ہے کہ وہ ملٹی پارٹی فارمیٹ کے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہیں' جو یقیناً امریکہ اور اس کے ڈپلومیٹس کے لیے بہت خوش آئند اشارہ ہے۔

جنگ بندی: امریکی شکست ہے یا امریکی ہدف؟

ان peace talks کے ہونے سے یہ پیغام بھی مل رہا ہے کہ امریکہ و مغربی ممالک جارحیت اور جنگی حملوں کے بعد اپنے دور رس اور دیرینہ مقاصد حاصل کر چکے ہیں۔ اب انہیں اپنے حاصل کردہ مقاصد (achieved goals) کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے اس خطے میں امن و سلامتی درکار ہے۔ ان مذاکرات کا یہ مطلب نکالنا درست نہیں کہ امریکہ جنگ ہار چکا ہے' یا وہ تھک چکا ہے' یا اس جنگ کا معاشی بوجھ اٹھانا اب اس کے بس میں نہیں رہا۔ یاد رہے! امریکہ اپنی آزادی (۱۷۷۶ء) سے اب تک کے ۲۴۳ سالوں میں سے قریباً ۲۲۷ سال سے حالت جنگ میں ہے۔ ان امن مذاکرات میں جنگ بندی (ceasefire) بنیادی امریکی مطالبہ ہے۔ امریکہ اور اس کے مغربی اتحادی تسلسل سے یہ بات دہراتے چلے آ رہے ہیں کہ طالبان سیز فائر کر کے امریکہ کی قائم کردہ افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات کی میز پر آئیں۔ کیا طالبان کی یہ فتح صلح حدیبیہ سے مشابہ ہے؟ جس میں قریشِ مکہ نے مجبور

ہو کر مسلمانوں سے دس سالہ امن کا معاہدہ کر لیا تھا' جس کا مطلب یہ تھا کہ قریش نے مسلمانوں کو ایک حقیقت' ایک متوازی حکومت و مملکت' ایک فکر و نظریہ کے طور پر قبول کر لیا' جو قریش کی سب سے بڑی فکری و عملی شکست تھی۔ مسلمانوں کو اس سے قریش کی طرف سے امن و سلامتی نصیب ہوئی' جسے اس وقت اکثر صحابہ کرام ؓ بھی سمجھ نہ پائے تھے۔ اسے طالبان کی فتح مبین قرار دینے والے تجزیہ کاروں کو یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کیا عصرِ حاضر کی دنیا میں بھی وہی اقدار اہم ہیں جو روایتی یا مذہبی معاشروں میں اہم تھیں یا وہ ویلیوز اب بدل چکی ہیں؟ کیا دورِ حاضر کے حالات صلح حدیبیہ (۶ھ بمطابق ۶۲۸ء) کے حالات جیسے ہیں یا مختلف ہیں؟ ان مذاکرتی گروہوں میں طاقت کا توازن (balance of power) کیا ہے؟ اور کیا طالبان اور ان کی ممکنہ ریاست کو پھلنے پھولنے کے ویسے ہی امکانات میسر ہوں گے جو اُس وقت کے مسلمانوں کو صلح حدیبیہ کے نتیجے میں حاصل ہو گئے تھے؟ کیا اُس وقت دنیا کے ممالک جغرافیائی و سرحدی' مواصلاتی و میڈیائی' تجارتی و معاشی' تعلیمی و سماجی اور سیاسی و عسکری معاملات میں اسی طرح باہم منحصر (interdependent) تھے جیسے وہ آج ہو چکے ہیں؟ غلبہ پاتی اور تیزی سے پھیلتی مغربی اقدار' پرجوش و واضح ابھار کے حامل امریکہ کا جھک کر امن مذاکرات اور معاہدہ کے لیے تیار ہو جانا کس بات کی علامت ہے؟ یہ کس کی فتح ہے' کفر کی یا اسلام کی؟ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ آج نہ کوئی فرد ہی ریاستِ مدینہ کی طرح ہے نہ آج کا معاشرہ ہی روایتی اسلامی معاشرے جیسا رہا ہے۔ صلح حدیبیہ کے حالات میں اسلام' اقدامی پیش قدمیوں کے ساتھ فروغ پا رہا تھا اور کفر دفاعی صورت اختیار کیے ہوئے تھا۔ جزیرۃ العرب میں کفر سکڑ رہا تھا اور اسلام پھیل رہا تھا۔ جب کہ آج معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

افغان گورنمنٹ کا عدمِ استحکام امریکی مفاد میں ہے

دوسری طرف اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ امریکی حمایت یافتہ افغان حکومتوں کا خوب مستحکم نہ ہو پانا اور امریکہ پر اس کا جزوی یا کُلی انحصار امریکی مفاد میں ہے۔ اگر یہ خطہ بھی مسلسل عدمِ استحکام اور افراتفری کا شکار رہے تو امریکہ کو افغانستان و دیگر ملحقہ علاقوں میں اپنی مداخلت کا اخلاقی و قانونی' سیاسی و سماجی اور ملٹری و اسٹریٹیجک جواز حاصل رہے گا اور اس اہم خطہ میں اس کی مضبوط جیو پولیٹیکل پوزیشن بھی برقرار رہے گی۔ اس کے مفادات میں ابھرتے چین و روس اور ان کے ممکنہ اتحادی ممالک (پاکستان و ایران و ترکی و سعودیہ وغیرہ) کے بالمقابل اپنے معاشی مفادات' جیسے پاک چین اقتصادی راہداری (CEPEC) پر نظر رکھنا' افغانستان کے وسائل جیسے معدنی و قدرتی گیس کے ذخائر اور لیتھیم مائننگ پر کنٹرول یا اس میں اپنا غالب حصہ برقرار رکھنا وغیرہ شامل ہیں۔ پینٹا گون کی ایک اِنٹرنل رپورٹ کے مطابق افغانستان لیتھیم کا سعودی عرب ثابت ہو سکتا ہے۔ یاد رہے! لیتھیم ایک اہم

انڈسٹریل میٹل ہے جو لیپ ٹاپ اور بلیک بیری کی بیٹریز بنانے میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ کینیڈین ماہر معیشت پروفیسر مائیکل چوسودوسکی کے بقول: ''افغان وار ایک منافع بخش وسائل پر قبضہ کی جنگ ہے۔'' (The War on Afghanistan is a Profit driven Resource War.)

فریقین کون: طالبان وامریکہ یا طالبان وافغان گورنمنٹ؟

یہ بات بھی واضح ہے کہ طالبان کا اب براہِ راست واولین مخالف امریکہ نہیں رہا یا رہے گا' بلکہ افغانستان کے اندر امریکی حمایت یافتہ افغان حکومت ہے' جس کے نظریات اور کارروائیوں کی پشت پناہی ساری دنیا کر رہی ہے۔ یہ بالکل اسی قسم کی حکومت ہے جس کا ذکر طالبان کمانڈر ملا محمد عمر نے ۲۰۰۱ء کے وائس آف امریکہ (VoA) کو دیے گئے اپنے انٹرویو میں کیا تھا کہ امریکہ نے ان مسلم حکومتوں پر بالواسطہ (indirect) قبضہ کر رکھا ہے۔ بلکہ افغان حکومت (حامد کرزئی اور اشرف غنی) تو قائم ہی امریکی بل بوتے پر ہے۔ گویا وہ دیگر مسلم حکومتوں سے کہیں زیادہ امریکا نواز' زیادہ درست الفاظ میں American dependent ہے۔ اس افغان گورنمنٹ کے امریکہ پر کلی انحصار ہونے کا اظہار افغان صدر اشرف غنی کئی بار کر چکا ہے' بلکہ امریکہ کو خبردار کر چکا ہے کہ ہم امریکہ کی سپورٹ کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ایک یاد رکھنے والی بات یہ بھی ہے کہ افغانستان سے امریکی افواج کے انخلاء کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ جنگ رک جائے گی' بلکہ اب معاملہ عالمی کے بجائے علاقائی نوعیت اختیار کر جائے گا۔ یہ دو یا زائد مقامی فریقین یا متحارب گروہوں کا ہوسکتا ہے' جس کے نتیجے میں خانہ جنگی (civil war) کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ اور امریکہ کی جانب سے اس پر اپنے مفادات کے مطابق بین الاقوامی قوانین وضابطوں کا اطلاق بھی بخوبی کیا جاسکے گا' جسے جدید اصطلاح میں قانونی جنگ یا Lawfare کہا جاتا ہے۔ افغانستان کو بھی جغرافیائی طور پر دو واضح نظریات کے حامل خطوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ ایک ملک وقوم کو دو واضح ومتوازی اقدار کی حامل اقوام میں توڑ کر ان کے مابین ملکی وسرحدی تنازعات کا بیج بو دیا گیا ہے۔ جنگ یا جہاد براہِ راست امریکہ یا غیر مسلموں سے نہیں بلکہ مکمل طور پر اپنے ہی ہم نسل' ہم قوم' ہم مسلک وہم مذہب لوگوں سے جاری رہے گا۔ امریکہ کے فوجی انخلاء کے بعد مسلمان مسلمان کے سامنے ہوگا' جو کہ مسلم امہ کے لیے ایک نئی آزمائش اور تشویش ناک بات ہوگی۔ افغان طالبان کے قطر میں قائم سیاسی دفتر کے ترجمان سہیل شاہین نے عندیہ دیا ہے کہ ان کے مذاکرات میں افغانستان میں جنگ بندی پر بات نہیں ہو رہی ہے۔ (۳ مارچ ۲۰۱۹ء)

امریکہ اگر طالبان سے افغان کٹھ پتلی حکومت منوانے اور اس سے مذاکرات کروانے میں کامیاب ہوگیا تو یہ طالبان کے لیے سیٹ بیک ہوگا۔ دوسری طرف سامراج کے لیے ایک بڑے ملک کے بجائے چھوٹے ممالک پر کنٹرول کرنا آسان وسہل ہوا کرتا ہے۔ کینیڈین ماہرِ سماجیات ماہدی

ڈاریئس (Mahdi Darius) کا کہنا ہے کہ امریکہ شام اور عراق کو ری ڈرائنگ یا ری میپ کرنے کا پروگرام و پلان رکھتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہاں افغانستان میں بھی وہی جغرافیائی توڑ پھوڑ یا تقسیم کی شاطرانہ بساط بچھا دی گئی ہے۔

افغان امن مذاکرات اور رینڈ کارپوریشن

اب کچھ احوال اس امریکی نمائندہ خصوصی برائے افغان مفاہمت زلمے خلیل زاد' اس کی ٹیم و تھنک ٹینک کا بیان کیا جانا حالیہ افغان امن مذاکرات کی تفہیم میں ممد ومعاون ثابت ہوگا۔ خلیل زاد مذہباً سنی مسلمان اور نسلاً پشتون ہے۔ وہ' موجودہ افغان صدر اشرف غنی کا اسکول کلاس فیلو بھی رہا ہے۔ اس نے شکاگو یونیورسٹی سے البرٹ وولسٹریٹ (جس کے توسط سے زلمے حکومتی اراکین اور رینڈ کارپوریشن میں روشناس ہوا) کے ساتھ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ زلمے' رینڈ کارپوریشن میں ڈائریکٹر آف اسٹریٹجی بھی رہا اور اس کے علاوہ دیگر کئی اعلیٰ سرکاری عہدوں پر بھی فائز رہا ہے۔ یاد رہے! امریکی گلوبل پالیسی تھنک ٹینک' رینڈ کارپوریشن (RAND) کی سینئر اینالسٹ شیرل بینارڈ (۱۹۵۳ء) زلمے خلیل کی بیوی ہے۔ شیرل بینارڈ نے ۲۰۰۳ء میں اپنا ریسرچ پیپر

''Civil Democratic Islam- Partners, Resources & Strategies''

شائع کیا' جس میں اسلامی ممالک اور مسلمانوں کے بارے میں امریکی پالیسی سازوں کے لیے رہنما ہدایات وسفارشات دی گئی تھیں۔ موصوفہ نے مسلمانوں کو چار گروہوں میں تقسیم کیا تھا۔ پہلا: بنیاد پرست Fundamentalist (جہادی اور جمہوری اقدار کا انکاری)' دوسرا: قدامت پرست یا روایت پسند Traditionalist (علماء و مدارس اور عام دینداروں پر مبنی گروہ)' تیسرا: سیکولرسٹ (نجی طور پر مذہب پر عامل مگر دیگر معاملات میں مذہب کی عدم مداخلت کا قائل و فاعل) اور چوتھا: ماڈرنسٹ (مذہب کی جدید تعبیر پیش کرنے والا' اسلام کو لبرل ماننے ولا' جدید اسلام کا حامی)۔ شیرل کا کہنا تھا کہ سیکولرسٹ اور ماڈرنسٹ کی امداد وتعاون امریکا کی ترجیح ہونا چاہیے۔ خصوصاً جدیدیت پسند یعنی ماڈرنسٹ مسلم کی ہر طرح مدد کی جانی چاہیے۔ اس کی چند دیگر سفارشات یوں تھیں: انتہا پسندوں کی وسائل تک رسائی کو ناممکن العمل بنا دینا اور انہیں توڑ کر ان کا کنٹرول اعتدال پسندوں کے ہاتھ دے دینا۔ مدارس کے نصاب کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنا۔ روایت پرستوں اور بنیاد پرستوں کے درمیان اتحاد کی حوصلہ شکنی کرنا اور ان کے درمیان اختلافات کو خوب ہوا دینا۔ بنیاد پرستوں کے خلاف روایت پسندوں (مساجد ومدارس سے منسلک علماء وعام دیندار طبقہ) کی پیٹھ ٹھونکنا یعنی ان کی حوصلہ افزائی کرنا۔ بنیاد پرستوں کے متشددانہ طرزِ عمل کے خلاف روایت پسندوں کی تنقید کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔ بنیاد پرستوں پر پوری قوت سے ضرب لگانا اور ان کی اسلامی اور

نظریاتی بنیادوں کے کمزور پہلوؤں کو شدت سے نشانہ بنانا۔ ان کے نظریات کو اس طرح بیان کرنا کہ نہ تو وہ نوجوان طبقہ اور نہ ہی روایتی عوام الناس کے لیے باعثِ کشش یا باعثِ تسکین ہوں۔ ان کی بدعنوانی‘ بربریت‘ جہالت‘ تعصب‘ عدم رواداری اور اسلام کے اُصولوں کے انطباق میں غلطیوں کی نشاندہی بار بار کرنا اور یہ باور کرانا کہ وہ حکومت اور قیادت کے اہل نہیں ہیں۔ زلمے خلیل زاد نیوکونز تحریک (Hawks or Liberal Hawks) سے بھی گہرے روابط رکھتا ہے۔ نیوکونز (Neoconservative) وہ امریکی سیاسی موومنٹ ہے جو جمہوریت اور امریکی مفادات کے تحفظ کو عالمی سطح پر بذریعہ طاقت وملٹری فروغ دینا چاہتی ہے۔ سابقہ ری پبلکن صدارتی امیدوار Ron Paul کے بقول صدر ڈونلڈ ٹرمپ پر بھی نیوکونز کے گہرے اثرات ہیں۔

طالبان اہداف حالیہ بیانات کی روشنی میں

طالبان کے چند حالیہ بیانات پر اگر ایک نظر ڈالی جائے تو اس سے یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ بھی گوریلا وار کا راستہ ترک کر کے مین اسٹریم ہونا چاہتے ہیں۔ گویا اس عالمی استحصالی نظام کا حصہ بننا چاہتے ہیں۔ ان کے مطالبات میں سے اقوامِ متحدہ اور امریکہ کے ان کے خلاف عائد کردہ مختلف قوانین کا خاتمہ اور عالمی برادری میں ان کی ساکھ کی بحالی کے اقدامات کرنا بھی شامل ہے۔ نیز طالبان وفد کے سربراہ شیر محمد عباس استنکزئی نے ماسکو کے اجلاس کے دوران کہا ”کابل حکومت کا آئین جائز نہیں ہے‘ یہ مغرب سے درآمد کیا گیا ہے اور یہ امن کی راہ میں رکاوٹ ہے“۔ انہوں نے مزید کہا کہ ”یہ آئین متنازع ہے۔ ہم ایک اسلامی آئین کے خواہاں ہیں‘ اس کا چارٹر اسلامی علماء وضع کریں گے“۔ گویا طالبان افغانستان کے اپنے محدود قبضہ شدہ علاقوں پر ہی قانع ہو کر اسے ریاست کی شکل دینے کے لیے تیار نظر آتے ہیں۔ وہ افغانستان میں اپنی گزشتہ امارتِ اسلامی کے برخلاف گلوبلی قابل قبول ایک ریفارمڈ مسلم گورنمنٹ بنانا چاہتے ہیں۔ تاہم افغان حکومت کی جانب سے آئین ریفارمز کو مکمل طور پر رد کرتے ہوئے افغانی آئین کو علاقے کا بہترین دستور قرار دیا گیا ہے۔ استنکزئی نے مزید کہا ہے کہ طالبان افغانستان میں اجارہ داری کے خواہاں نہیں ہیں بلکہ وہ سب کی شرکت کے ساتھ ایک اسلامی نظام کے متمنی ہیں۔ جب ایک متوازی ملا مخالف افغان گورنمنٹ موجود ہے تو طالبان سب کے ساتھ شرکت سے کیسے اسلامی نظام قائم کر سکتے ہیں؟ اس کوشش کے رد پر ہی تو ان کے بالمقابل افغان گورنمنٹ قائم کی گئی ہے۔ طالبان کے مطابق خواتین ملک کے سیاسی ایوانوں کا حصہ بن سکیں گی۔ یہ سیاسی ایوان کون سے اور کس قسم کے ہوں گے اور خواتین کا معاملہ کیا ہوگا‘ یہ ہنوز غیر واضح ہے۔ نیز طالبان کی جانب سے شراکت اقتدار اور افغانستان کی تعمیرِ نو کے لیے امریکی ڈاکٹرز اور انجینئرز کی امداد لینے کو بھی قبول کیا گیا ہے۔ طالبان کا کہنا یہ بھی ہے کہ وہ افغانستان پر مستقبل میں

مکمل اقتدار کے خواہاں نہیں‘ بلکہ افغان اداروں کی ساتھ مل کر چلنا چاہتے ہیں‘ اپنی اجارہ داری قائم نہیں کرنا چاہتے۔ اسلامی نظام کے داعی طالبان افغان سیکولر اداروں کے ساتھ مل کر کیسے کام کریں گے؟ یہ بھی بڑا سوالیہ نشان ہے۔

طالبان اپروچ: عالمی یا علاقائی؟

سعودی سٹیزن اسامہ بن لادن کی طرح امریکہ کے ڈیکلیئرڈ دہشت گرد فرد یا کسی گروہ مثلاً القاعدہ اور عراقی ISIS وداعش‘ ISIL وغیرہ کو افغانستان میں پناہ نہ دینے کے امریکی مطالبہ کو طالبان قبول کر چکے ہیں۔ یاد رہے افغانستان میں القاعدہ اور داعش سمیت ۲۰ جنگجو تنظیمیں برسرپیکار ہیں جن میں سے بعض بہت فعال ہیں۔ جبکہ دوسری طرف طالبان کے قطر دفتر کے ترجمان کے مطابق داعش کو افغان حکومت اور امریکا کی مدد و پشت پناہی حاصل ہے اور یہ کہ یہ بات ہم (طالبان) نہیں کر رہے بلکہ افغان حکومت میں شامل ان کے اپنے ممبران پارلیمنٹ بار بار یہ بات سب کے سامنے دہرا چکے ہیں۔ ۲۹ جنوری ۲۰۱۹ء کی تسنیم نیوز ایجنسی کے مطابق شمال مغربی افغانستان میں امریکی آپریشن کے دوران داعش اور ISIL کے قیدیوں کو طالبان سے چھڑا لیا گیا۔ یا اس امریکی حملے کے بعد وہ طالبان جیل توڑ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

https://www.globalresearch.ca/us-caught-helping-isis-commanders
escape-from-taliban-prison-in-afghanistan/5666915

بہرحال دونوں فریقین اصولی طور پر متفق ہیں کہ القاعدہ اور داعش جیسے بین الاقوامی جنگجو گروپوں کی طرف سے امریکہ‘ اس کے اتحادیوں اور افغانستان کے ہمسایہ ممالک کے خلاف سرگرمیوں کے لیے افغانستان کی سرزمین استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ گویا امریکہ ان امن مذاکرات سے ان جنگجو جماعتوں کے مابین تنازعہ کی خلیج کو مزید گہرا کر رہا ہے۔ داعش اور طالبان دونوں ہی سنی المسلک مگر مختلف الفقہ ہیں۔ ان کے تصورِ جہاد میں اختلاف یا تنوّع کا پایا جانا منطقی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مستقبل کے افغانستان میں ان جہادی تنظیموں کا باہمی ربط وتعلق کس نوعیت کا ہوتا ہے۔ امریکہ ان کے مابین نزاعی معاملات کو خوب اجاگر کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دے گا‘ بلکہ انہیں پیدا کرنے اور بڑھاوا دینے کی ہر ممکن کوشش بھی جاری رکھے گا۔

مغرب یہی چاہتا ہے کہ طالبان خود کو ایک علاقے تک محدود کر لیں‘ عالمی مقاصد کے حامل کسی شدت پسند فرد یا گروہ کو افغانستان میں پناہ ہرگز نہ دیں۔ یہ بات اہم ہے کہ عرب اسامہ بن لادن مغربی ممالک کے خلاف لڑ رہے تھے‘ جبکہ مُلّا محمد عمر نے عالمی سیاست میں کبھی کوئی دلچسپی نہیں دکھائی تھی۔ کیا یہ وہی دیوبندی فکر کی مدرسہ بند پالیسی کا اظہار ہے جب جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) میں

ناکامی کے بعد زعمائے دیوبند نے خود کو مدرسہ جاتی مقاصد تک محدود کر کے انگریز سرکار کو سارے برصغیر پاک و ہند میں اپنے پنجے گاڑنے کی کھلی چھوٹ دے دی تھی؟ اس کے فوری نتائج تو یہی برآمد ہوئے کہ دیوبند فکر' خود ساختہ حدود میں پناہ گزین ہو کر محفوظ ہوگئی۔ اس طرزِ عمل نے عالمگیر اسلامی روایات کو گویا مسجد و مدرسہ تک محدود کر لیا۔ رؤسائے دیوبند نے ذہنی طور پر یہ بات قبول کر لی تھی کہ وہ برصغیر کے انگریزوں سے عسکری و سیاسی شکست کھا چکے ہیں۔

محمد دین جوہر ''قومی بحران' ہماری تاریخ اور چار مذہبی سوال'' میں لکھتے ہیں:

''۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمان تین حصوں میں منقسم تھے۔ ایک بڑا گروہ فتویٰ جہاد کے بعد اپنے لولے لنگڑے بادشاہ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر جنگ میں شریک ہوا۔ یہ فتویٰ دراصل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے ہی کا تسلسل تھا۔ دوسرے وہ جو سر سید احمد خاں کی طرح متفرق طور پر انگریز حکومت کے وفادار اور حامی رہے۔ مسلمانوں کا تیسرا معتد بہ گروہ غیر جانبدار رہا۔ سوال یہ ہے کہ ان میں کون سے مسلمان گروہ کی پوزیشن مذہبی تھی؟ آقائے سرسید کی بنیادی پوزیشن اس مسلمان گروہ کے خلاف تھی جو جنگ آزادی میں شریک ہوا۔ شکست اور دبستانِ سرسید کے مابعد غلبے کی وجہ سے اہل حق کی پوزیشن کو مذہبی کہنے میں تامل ہوتا ہے' لیکن قطعی ظاہر ہے کہ جہاد کے فتوے کے تحت استعمار کے خلاف لڑنے والے مسلمانوں کی پوزیشن عین مذہبی تھی۔ اس جنگ میں اہل حق کی ایک فصل کٹ گئی اور دس ہزار سے زیادہ علماء شہید ہوئے اور ہزاروں ہزار قید ہوئے۔ لاکھوں (جس کا اندازہ دس لاکھ سے ایک کروڑ تک ہے) ہندوستانیوں کا قتل عالمگیر استعماری نسل کشی کے مقامی مظہر کے طور پر سامنے آیا۔ ہمارے قومی اور مذہبی سیاسی مسائل کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کے تہذیبی اور فکری دھاروں میں آج ان کا کوئی وارث نہیں ہے۔ پاکستان کی تہذیبی اور مذہبی تشکیل میں مؤخر الذکر دو گروہوں کی حیثیت بنیادی رہی ہے۔ ان میں سے دنیوی سیادت دبستانِ سرسید کے ہاتھ میں آئی اور غیر جانبدار علماء نے مذہبی خلا کو پُر کیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس وقت پاکستان میں باہم فکری مناقشہ بھی ان دو گروہوں کے درمیان ہے۔ نائن الیون کے بعد' عالمی سیاسی طاقت کی کروٹ سے جو فکری اور تہذیبی چیلنج سامنے آئے' ان میں سے کوئی دھارا ان سے نبرد آزما ہونے کی فکری استعداد نہیں رکھتا۔''

مزید لکھتے ہیں:

''گزشتہ دو سو سال میں اسلام کے زیر عنوان ہم نے جو علم پیدا کیا وہ ہمارے ہاں دینی روایت کے انتشار' مسلم ذہن کے انہدام اور مکمل پسپائی پر منتج ہوا ہے۔ اور گزشتہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے ہم نے اسلام کے نام پر جو سیاسی عمل بالعموم پیش کیا ہے اس نے ہمارے معاشرے کا تار و پود ہی بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام کے نام پر جو کوششیں فکر اور عمل میں سامنے آئیں' ان کا مقصد اسلام کو ہر پہلو سے مغرب کے تابع کر کے اسے عضو معطل بنانا اور

انسانی معاشرے سے بے دخل کرنا ہے۔ خود احتسابی کی ضرورت سیکولر قوتوں کو موردِ الزام ٹھہرانے سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔''

طالبان کے موجودہ قائدین کا طرزِ عمل بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ وہ بھی ذہنی طور پر یہ قبول کر چکے ہیں کہ وہ عالمی استعمار کو اپنے ملک سے بھی شکست دینے میں ناکام ہو گئے ہیں' لہٰذا اپنی محدود و جزیرہ نما بادشاہت پر قانع ہو کر بیٹھ رہو۔ لیکن دوسری طرف تجربہ شاہد ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف سیاسی و سماجی اور معاشی بلکہ جدید تعلیم و تعلّم کے سیلاب نے اس جزیرۂ دیوبند کی سرحدوں کو کم کرنا جاری رکھا ہوا ہے۔ آج یہ فکر مسجد و مدرسہ تک محدود ہو کر رہ گئی ہے اور ریاست مسلسل جدید تعلیمی و نصابی ریفارمز' یکساں نظامِ تعلیم اور دیگر خوشنما اصطلاحات و الفاظ کے ساتھ اس قلعہ کو بھی نقب لگانے میں مصروف ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جدیدیت و مغربیت' آکسفورڈ و کیمبرج نصابی و درسی کتب اور سوٹڈ بوٹڈ معلّمین وغیرہ کی شکل میں ان مدرسوں میں داخل ہو چکی ہے۔ ملغوبہ نظامِ تعلیم (Hybrid Education System) جس میں حفظ و ناظرہ اور چند دینی کتب کے ساتھ جدید نصاب و ماحول فراہم کیا جا رہا ہے' دارالعلوم کراچی کے زیر اہتمام اسکول ہوں یا اقراء ٹائپ اسکولز' ان کے فارغ التحصیل طلبہ بھی وہی راستہ اور رویہ اختیار کریں گے جو سیکولر اسکولوں اور تعلیمی اداروں کے پاس آؤٹس اپنی عملی زندگیوں میں اختیار کرتے ہیں۔ اس مذہبی پود کی اکثریت دیندار کم اور دنیا دار زیادہ ہے' روحانی و اخلاقی تنزل کا شکار ہے۔ بہتر معیارِ زندگی' اچھے سیلری پیکج اور دیگر لوازماتِ زندگی ان کی ترجیحات اور اولین اہداف بن گئے ہیں۔ ملغوبہ تعلیم سے مراد وہ دینی و سیکولر تعلیم ہے جو کسی ایک اسکول یا تعلیمی ادارے میں جمع کر دی جائے۔

سرسید احمد خان نے جدید یا سیکولر علوم کے بارے میں اعترافاً کہا تھا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ جس قدر یہ علوم پھیلیں گے' اور میں خود بھی ان کے پھیلانے میں معین و مددگار رہوں' اسی قدر لوگوں کے دلوں میں مروّجہ اسلام کی طرف سے بدظنی' بے پرواہی بلکہ روگردانی پیدا ہوتی جائے گی (حیاتِ جاوید)۔ یہ ملغوبہ تعلیم اسلام سے جذباتی عقیدت تو شاید پیدا کر دے کہ اسلام ایک فطری اور خوبصورت مذہب ہے' لیکن اس کی مدد سے عصرِ حاضر کی دنیا کو سمجھنے سمجھانے کی کوشش کرنا اور جدید یا پیش آمدہ مسائل حل کرنا ممکن نہیں۔ جیسا کہ سابق امریکی صدر جمی کارٹر نے کہا تھا کہ سائنس کے انکشافات کا بائبل کی تعلیمات سے تصادم مجھے کیتھولک ازم کی عقیدت سے برگشتہ نہیں کرتا۔ لیکن یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ اسلام کا مطالبہ عیسائیت یا دوسرے ازموں سے مختلف ہے۔ وہ مسلمان سے ﴿اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ (البقرۃ:۲۰۸) یعنی پورے کے پورے دین میں داخل ہو جانے کا پرزور مطالبہ کرتا ہے۔

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!

Apr 2019
Vol.68

Regd. CPL No.115
No.4

Monthly Meesaq Lahore

قرآن حکیم کی عظمت‘ تعارف اور حقوق و مطالبات
جیسے علمی و عملی موضوعات پر 8 کتابوں کا مجموعہ

قرآن حکیم اور ہم

از ڈاکٹر اسرار احمدؒ

دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ تقریباً 500 صفحات پر مشتمل فکر انگیز تالیف

خود پڑھیے۔ دوسروں کو تحفہ میں دیجیے!

اشاعت خاص (مجلد):
امپورٹڈ آفسٹ پیپر، قیمت: 450 روپے

اشاعت عام (پیپر بیک):
امپورٹڈ بک پیپر، قیمت: 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 3-042-35869501

maktaba@tanzeem.org